مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلامی جمہوریہ پاکستان

مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

سلور جوبلی سال

ماہنامہ **معارف رضا** کراچی

شمارہ نمبر 6 جلد نمبر 25 رجب المرجب ۱۴۲۶ھ/ اگست ۲۰۰۵ء

ہدیہ فی شمارہ:	=/20 روپے
سالانہ:	عام ڈاک سے: -/150
	رجسٹرڈ ڈاک سے: -/300
بیرون ممالک:	-/10 ڈالر سالانہ
لائف ٹائم ممبر شپ:	-/300 ڈالر

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔

زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔

ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی 74400۔ پوسٹ بکس نمبر 489

فون: 021-2725150 فیکس: 021-2732369

ای۔میل: marifraza_karachi@yahoo.com

ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا)

آئینہ

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ

جان و دلِ من باد فدائے شہِ بطحا
بادا سر این خستہ و پائے شہِ بطحا

در وسعتِ قطرۂ نبود مدحتِ دریا
وصفِ شہِ بطحا و خدائے شہِ بطحا

یارب تو برائے علم افرازیِ ماہم
محشور کنی زیرِ لوائے شہِ بطحا

میگفت سلیماں بہمہ حشمت و شوکت
سلطانِ جہان ست گدائے شہِ بطحا

میگریم وی نالم وی سوزم ازیں غم
یارب برسانم بسرائے شہِ بطحا

داغ و تپش و سوز و گداز و الم و درد
دارد دلِ من جملہ برائے شہِ بطحا

از جملہ بلا امن و امانِ دوجہان ست
یک سایۂ دامانِ عبائے شہِ بطحا

بکشودِ زباں طائرِ سدرہ چونختیں
شد نغمۂ زن از وصف و ثنائے شہِ بطحا

صد عرش بروں رفت زخود از جہتِ ناز
گر دید سرِ عرش چوجائے شہِ بطحا

محبوبِ خدا رہروِ اسرا شہِ کونین
ایں رتبہ کہ آورد سوائے شہِ بطحا

بیروں فگن از سر چو رضاؔ ایں ہمہ سودا
میخواہ بہر کارِ رضائے شہِ بطحا

منقبتِ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ

ایا دلے کہ رسیدت غم و الم بسیار
بیا بہ حضرتِ صدیق شاہِ صدق شعار

یہی ہیں اَکْرَمَکُمْ اور یہی ہیں اَتْقٰکُمْ
یہی ہیں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَار

وہ دو یہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا
یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وصف شمار

نہیں ہے ان پہ کچھ احساں کسی کا دنیا میں
کہ اس کے بدلے میں کرتے ہیں رحمتیں ایثار

غرض ہے صرف رضائے حق اس سخاوت سے
خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مختار

نظامِ بزمِ خلافت حسامِ رزمِ جہاد
خدا کے لشکرِ جرار کے سپہ سالار

نہیں ہے بعد رسل ان کا مثل عالم میں
یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہِ خیار

یہ اہلِ بیت کے واصف وہ اِن کے مدح طراز
یہ اُن پہ جان سے قرباں، وہ اِن پہ دل سے نثار

انہی کے واسطے شایاں ہے اَلَّذِیْنَ مَعَهٗ
وہ جوشِ بحرِ معیت رہا کہ حد نہ کنار

ملا ہے نشو و نما گلبنِ حجاز کے ساتھ
رہی ہے تادمِ آخر حضوریِ دربار

نہ چھوڑا بعدِ فنا بھی نبی کے قدموں کو
اُٹھیں گے دست بدست جناب روزِ شمار

الٰہی چاروں خلیفہ کا صدقہ اغفر لی
طفیلِ سیدِ عالم قِنَا عَذَابَ النَّار

(مقطع دستیاب نہ ہوا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں علمائے حق کی ذمہ داریاں

آج ہم ایسے اندوہ ناک دور سے گزر رہے ہیں جس میں اسلام دشمن عزائم اپنے پورے شباب پر ہیں۔ اسلام کو دہشت گردی کا الزام لگا کر متہم کیا جارہا ہے، قرآن کریم کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، رسول اکرم ومکرم ﷺ کی محبت کو ایک سازش کے تحت مسلمانوں کے دلوں سے نکالا جارہا ہے۔ لیکن اہلِ اسلام کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ان سب کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلم حکومتوں کا زمانۂ عروج ہو یا دورِ زوال، اسلامی دعوت اور مسلمانوں کی دینی، علمی و اخلاقی تربیت کا تسلسل کبھی نہیں ٹوٹا ہے۔ دردمند علماء ومشائخ اور اہلِ دل عرفاء وصلحائے حق کی رہنمائی، اذہان کی تطہیر اور دلوں کا تزکیہ فرمانے کے لئے ہمیشہ سرگرمِ عمل رہے ہیں۔

عشقِ رسول ﷺ ایمان کا جوہر ہے جس سے مسلمانوں کو عاری کرنے کے لئے انگریزوں نے منصوبہ بنایا، اسلامی حلیے میں پنہاں گروہ تیار کئے اور جانِ کائنات ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کروائی تو اللہ عزوجل نے دینِ حق کی حفاظت اور محبتِ رسول ﷺ کی ترویج کے لئے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو پیدا کیا۔ امام احمد رضا نے ساری زندگی جانِ جاناں ﷺ کی محبت کا درس دیا اور یادِ محبوب ﷺ میں لیل ونہار کے لمحات گزارے۔ امام احمد رضا نے اپنے پُر آشوب دور میں مسلمانوں کی ہر سمت میں رہبری و رہنمائی فرمائی اور بحیثیت جید عالمِ دین و افتاء و مرجعِ خواص وعوام اپنی ذمہ داریاں بھرپور انداز میں نبھائیں۔ آج بھی ان کے ماننے والے علمائے حق بحمد للہ اپنی ذمہ داریوں سے بے خبر نہیں ہیں لیکن خانگی مسائل، عائلی ضروریات اور وسائل کے فقدان نے ان کی سرگرمیوں کا دائرہ محدود کردیا ہے۔ باہمی تنظیم، ٹھوس منصوبہ بندی، تقسیم کار، ضروریات کی کفالت اور وسائل کی فراہمی سے سارے مسائل کا حل آج بھی ممکن ہے لیکن اس کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) ایک ایسی قیادت جو ہمہ جہتی نظر کے ساتھ تمام ذیلی اداروں اور تنظیموں کو کنٹرول کرے۔ (۲) تمام ماتحت قائدین اور ارکان و کارکنان کی جانب سے قیادت بالا کے ساتھ مخلصانہ تعاون، سچی اطاعت اور پوری سرگرمی سے اپنے فرائض کی ادائیگی......

موجودہ حالات میں دونوں ہی چیزوں کا حصول سخت مشکل اور دشوار نظر آرہا ہے۔ قیادتِ بالا کی منزل اتنی بلند اور عسیر الوصول ہے کہ ہر شہباز کو اپنے بال و پر کی ناتوانی اور قوتِ پرواز کی کمی کا شکوہ ہے۔ دوسری چیز اطاعت وتعاون بھی بڑی مشکل اور نادر الوجود ہے۔ ہم اپنی تعریف وتوصیف کے میٹھے اور شیریں جام تو بڑوں سے مانگ مانگ کر پینے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں لیکن اگر کبھی زجر وعتاب کا صرف ایک تلخ گھونٹ سامنے آجائے تو فوراً اسے پھینک کر دور بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ کچھ اطاعت شعار، منکسر المزاج اور دردمند مخلصین اس سے مستثنیٰ ہوسکتے ہیں ورنہ زیادہ تر باصلاحیت، ذی وجاہت یا ثروت مند افراد وہی ملیں گے جن کی قوتِ برداشت کمزور سے کمزور تر نظر آئے گی۔

تاہم حالات کی یہ ناہمواری ہمیں حرکت وعمل سے سبکدوش نہیں

کرسکتی۔ اگر اجتماعی سرگرمی ناممکن یا دشوار ہے تو انفرادی کوششوں پر غور کرنا اور انہیں بروئے کار لانا ضروری ہے۔ اس کے لئے چند اہم ضروریات اور ذمہ داریوں کو سامنے رکھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے:

(۱) ہمارے بالغ نظر، بیدار مغز اور مخلص و دردمند افراد کی ایک ایسی تنظیم ضروری ہے جو سیاسی و ملکی معاملات میں اہلسنّت کی نمائندگی اور ملک بھر کے سنی مسلمانوں کی ہوشمندانہ رہنمائی کا فریضہ انجام دے۔ یہ امر نہایت شرمناک ہے کہ مسلم کہلانے والی چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور ان کے اداروں کی اہمیت تو ارباب اقتدار کے نزدیک مسلّم ہو لیکن ملک کی سب سے بڑی اور سب سے قدیم اور اصیل جماعت اور اس کے ادارے کسی شمار و قطار میں نہ ہوں۔ دوسری طرف یہ بھی بہت شرمناک بات ہے کہ ہمارے عوام کا ضرورت مند اور حساس طبقہ اپنے سیاسی، ملکی اور قومی مسائل میں اپنے قائدین کی رہنمائی سے محروم اور غیروں کا دست نگر ہو۔

ضروری نہیں کہ پوری جماعت کے عمائد و اکابر پہلے مجتمع ہوں پھر ایسی کسی تنظیم کی تشکیل ہو، اس کے انتظار میں بہت سی عمریں گزر گئیں اور باقی بھی گزر جائیں گی۔ کچھ سیاسی ذوق و شعور اور ملّی و جماعتی ہمدردی رکھنے والے حضرات تمام آلات و وسائل اور ان کی فراہمی کے مسائل کا حل تلاش کرتے ہوئے نصرتِ خداوندی پر اعتماد کر کے کام کا آغاز کر دیں تو ہماری جماعت کا یہ دیرینہ اور عظیم خلا پُر ہو سکتا ہے۔

واللّٰہ ولی التوفیق۔ وبیدہ الخیر

(۲) تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق: یہ کام انفرادی طور پر ہو رہا ہے مگر باہمی ارتباط اور منصوبہ بندی کے فقدان کی وجہ سے بعض موضوعات پر کام مکرر ہو رہا ہے۔ بہت کچھ غیر معیاری مواد بھی سامنے آرہے ہیں اور بیشتر اہم اور مشکل موضوعات بالکل متروک ہیں۔ مثلاً:

﴿الف﴾ سیرت نگاری۔ جس کے تحت سیرتِ نبوی، سیرتِ صحابہ، سیرتِ تابعین، سیرت اولیائے صالحین، سیرت علماء و حکماء، سیرت خلفاء و سلاطین سبھی داخل ہیں۔

﴿ب﴾ تاریخ نگاری۔ اس کے تحت تاریخ اسلام، تاریخ اقوام، تاریخِ مذاہب، تاریخ علوم و فنون، تاریخ ملوک و ممالک وغیرہ سبھی آتی ہیں۔

﴿ج﴾ درسی و نصابی کتب کی تیاری۔ پرائمری اور اوپر کے درجات کے لئے یوں تو سارا نصاب ایسا ہونا چاہئے جس میں ہر زبان اور ہر فن پر اسلامی رنگ چھایا ہوا ہو خواہ وہ سائنس ہو یا جغرافیہ یا ریاضی یا اقتصادی و تمدن یا ہندی، بنگالی، انگریزی، اردو ادب اور اصنافِ ادب اور دیگر علاقائی زبانیں، مثلاً سندھی، پشتو وغیرہ، لیکن ہر درجہ کے لحاظ سے دینیات اور سیرت و تاریخ کی کتابیں تیار کرنا تو فوراً ضروری ہے اور یہ ہماری اولین ترجیح ہونی چاہئے۔ کچھ کام ہو چکا ہے لیکن ابھی زیادہ باقی ہے۔

اسی طرح مدارس عربیہ کی درسیات کو بھی طلبہ کے معیار و مذاق اور عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق از سرِ نو مرتب کرنا ضروری ہے۔ دیگر ملکوں میں یہ کام وزارتِ تعلیم اور بعض جامعات کے تحت ہوتا ہے مگر ہمارے لئے وہ سہولت کہاں؟ یہاں تو ع

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

والا معاملہ ہے۔ تاہم دیگر ممالک کے کاموں خصوصاً جامعۃ الازھر الشریف، شام اور عراق کی جامعات سے علمی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے اور بعض کتابیں بعینہٖ داخل نصاب ہو سکتی ہیں۔

﴿د﴾ اردو، ہندی، انگریزی، فارسی، عربی زبانوں کے لئے معاجم و لغات کی تیاری۔

﴿ہ﴾ مستشرقین اور دیگر غیر مسلموں کے اعتراضات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی عقائد و مسائل کی دلپذیر توضیح و تشریح۔

﴿و﴾ مسلکِ حق کے اثبات اور باطل افکار و مذاہب کی تردید میں ٹھوس دلائل و شواہد کے ساتھ عصری اسلوب اور سنجیدہ و آسان انداز میں دلکش کتابیں۔

﴿ز﴾ دوسری زبانوں کی مفید دینی و علمی کتابوں کا اردو ترجمہ، اسی طرح

اردو کتابوں اور علمائے اہلسنّت کی تصانیف کا ہندی، انگریزی، فرنچ، رشین، فارسی، عربی وغیرہ میں ترجمہ۔ یہ اور اس طرح کہ دوسرے بھی تصنیف طلب موضوعات ہیں۔ غور فرمائیں تو مذکورہ ہر باب اور ہر موضوع ایک فعال اکادمی کا طالب ہے جو متعدد مصنفین اور جملہ تصنیفی لوازم پر مشتمل ہو۔

(۳) صحافت و میڈیا: ہمیں ایسی صحافت (ومیڈیا) کی ضرورت ہے جس کے تحت عام موضوعات کے ساتھ جماعت کے گذشتہ وموجودہ علماء وعمائد کی خدمات کا تاریخی اور دستاویزی شواہد کے ساتھ باوقار تذکرہ ہو، جماعتی سرگرمیوں کا بیان ہو، مخالفانہ تحریروں اور پروپیگنڈوں کا سنجیدہ تحقیقی جواب واحتساب ہو، اس طرح کی اور بھی چیزیں ہیں جن کا غیروں کی صحافت (ومیڈیا) کے ذریعے حصول ناممکن ہے۔ اس لئے ہمیں میڈیا کے تمام موجود وسائل کو بروئے کار لانا ضروری ہے۔

(۴) خطبات: آج کل ہماری خطابت سخت انحطاط کا شکار ہے، تعلیم یافتہ طبقہ اسے سننے کو تیار نہیں۔ عوام اگرچہ جذبات کی رو میں اس پر بلند و بانگ نعرے لگا لیتے ہیں، بلکہ زبردستی ان سے نعرے لگوائے جاتے ہیں۔ لیکن غور کیجئے تو انہیں اس خطابت سے وہ علم ویقین، وہ جذبۂ عمل اور وہ اندازِ فکر ونظر حاصل نہیں ہوتا جس کے وہ محتاج ہیں۔

عقائد، اخلاق، اعمال وغیرہ ابواب سے ایک ایک موضوع کو لیتے ہوئے ایسی خطابت ہونی چاہئے جو سب سے پہلے صحیح و درست ہو پھر ٹھوس دلائل اور مستند واقعات وشواہد پر مشتمل ہو ساتھ ہی زبان و بیان کی دل کشی اور اثر آفرینی بھی رکھتی ہو۔

(۵) دعوت و تبلیغ: یہ شعبہ سب سے زیادہ ہماری توجہ کا محتاج ہے۔ سب سے اول یہ کہ نااہل اور غیر عالم افراد دعوۃ وارشاد کی مسند پر براجمان یا قابض ہو رہے ہیں جس کے تدارک کی سخت ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم وہاں تو پہنچ جاتے ہیں جہاں زمین پہلے سے ہموار ہے اور جہاں کوئی فرد یا انجمن خود ہمیں بلا کر کچھ کہنے سنانے کا موقع فراہم کرے لیکن بے شمار وہ مقامات جہاں ہماری کوئی آواز نہیں پہنچی ہے ان کی ہمیں کچھ پروا نہیں۔ جماعت میں ایسے فاضل داعیوں یا ایسی دعوۃ و ارشاد والی جماعت کی کفالت و سرپرستی ضروری ہے جو اپنی گونا گوں صلاحیتوں کے باعث غیروں پر اثر انداز ہو سکیں اور ان کی آبادی میں حکمت و موعظتِ حسنہ کے ساتھ کلمۂ حق پہنچا کر انقلاب لا سکیں اور فیضانِ سنت کو صحیح معنوں میں عام کر سکیں۔

(۶) مناظرہ: ایسے افراد کا وجود بھی ضروری ہے جو مختلف ادیان و مذاہب کا وسیع و عمیق مطالعہ رکھتے ہوں اور وقتِ ضرورت ان کا بطلان ان ہی کی کتابوں سے ثابت کریں اور مضبوط عقلی و نقلی دلائل سے برجستہ اپنی حقانیت بیان کر دیں اور ان کے مسلّمات سے ان پر حجت قائم کریں۔ اس میں بھی تقسیم کار زیادہ مفید ہے۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب و دین سے مقابلہ کے لئے الگ الگ افراد مختص ہوں تو آسانی ہوگی۔

(۷) ہر شعبۂ عمل کے لئے لائق افراد کی تخریج:

اس ضمن میں ہمیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کے تعلیمی وافکار خصوصاً فروغِ تعلیم اور امتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کے لئے ان کے دس نکاتی پروگرام پر عمل درآمد کرنے کی فی زمانہ اشد ضرورت ہے۔ ان تمام مذکورہ ضروریات کی تکمیل لائق افراد کے بغیر ممکن نہیں۔ ہمارے اداروں کا نصاب مختلف علوم وفنون کی یک گونہ استعداد تو پیدا کرتا ہے مگر ان میں مہارت ورسوخ کے لئے ایک فن کی مستقل تربیت اور طویل عملی مشق ضروری ہے۔ اسی کے ساتھ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور عصری علوم سے آگہی بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

(۸) مدارس و مکاتب کا قیام: اب بھی بہت سے دیہات اور بے شمار خطے ایسے ہیں جہاں تعلیمی پس ماندگی کا دور دورہ ہے، خصوصاً دینی تعلیم کا کوئی مربوط نظام نہیں۔ ایسے مقامات کے مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ اور ان کی نسلوں کی سربلندی کے لئے وہاں مدارس ومکاتب کا قیام بھی ایک اہم ضرورت ہے۔

(۹) جو مدارس و مکاتب مصروف عمل ہیں ان میں دینی تعلیم کو صحیح مقام دلانا اور انہیں زیادہ فعال اور نتیجہ خیز بنانا بھی وقت کی اہم ذمہ داری ہے۔ساتھ ہی ساتھ جدید عصری تعلیم سے انہیں شناسا کرنا بھی ضروری ہے۔

(۱۰) مساجد کا انتظام: جو علاقے مساجد سے محروم ہیں وہاں مساجد کی تعمیر اور جو مسجدیں موجود ہیں ان میں نماز و جماعت، امامت و خطابت کے مناسب انتظام پر بھی توجہ ضروری ہے۔ اس کے لئے جماعت کے اندر ایک ایسی کنٹرولنگ باڈی کی ضرورت ہے جو مساجد کے تمام امور کی دیکھ بھال اور احتساب کا اختیار رکھتی ہو اور جو صرف جماعت کی اعلیٰ مجلسِ عاملہ کو جوابدہ ہو۔ مساجد ہمیشہ سے مسلم معاشرہ میں نچلی سطح کی ایک بنیادی یونٹ ہیں، جس کا معاشرہ میں اہم رول رہا ہے۔ امام و خطیب کا محلّہ کے عوام سے براہِ راست رابطہ ہوتا ہے۔ وہ ان کے عادات و اطوار، مزاج اور مسائل سے واقف ہوتا ہے۔ ایک اچھا دانا خطیب اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ان کی صحیح تربیت اور ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کر سکتا ہے اور لوگوں کے ذہنوں کو جماعت کے نظم و ضبط کی پابندی کی طرف موڑ سکتا ہے جس سے جماعت کی تنظیم سازی میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔

(۱۱) لائبریریوں کا قیام: مسلمانوں کی اکثریت میں تعلیم کے فقدان کے ساتھ ایک بڑا مسئلہ پڑھے لکھے طبقہ میں ذوقِ مطالعہ کا فقدان ہے۔ کثرتِ مطالعہ ذہنی افق کو وسعت دیتا ہے، تحقیق و تصنیف کی ترغیب دیتا ہے اور فیصلہ کی قوت بڑھاتا ہے۔ اس لئے علمی دلچسپی بڑھانے اور تعلیم یافتہ افراد کو مزید دینی و عصری معلومات سے آراستہ کرنے کے لئے ہر آبادی میں عمدہ لائبریری کا وجود بھی ضروری ہے۔ ہر علاقہ کی ایک مرکزی لائبریری کے ساتھ ایسا فورم بھی ہونا چاہئے جہاں دینی، علمی و تحقیقی موضوعات پر سال بہ سال سیمینار منعقد کئے جائیں۔

یہ اور اس طرح کی دوسری بھی اہم دینی و علمی ضروریات ہیں جن کو اجتماعی نہیں تو انفرادی طور پر پورا کرنا وقت کا زبردست چیلنج ہے۔ علمائے کرام اپنے اپنے حلقوں میں بیداری لانے اور عوام کو سرگرم بنانے پر توجہ دیں۔ اہلِ خیر سے تعاون کی اپیل کریں، اور دیانتدارانہ انتظام روبعمل لانے کے سلسلہ میں مناسب رہنمائی کریں تو بڑا کام ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اہم مدارس اپنا دائرہ کار وسیع کریں تو اگرچہ انہیں مالی یافت کم ہو لیکن دینی فوائد زیادہ ہو سکتے ہیں۔ وقت و قرطاس کی قلت کے باوجود مختصر الفاظ میں بہت کچھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ یہ گزارشات انشاء اللہ تعالیٰ بار آور ہوں گی۔

وھو اکرم الکرمین، وارحم الراحمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سید المرسلین وعلی اٰلهٖ واصحابهٖ اجمعین۔

﴿نوٹ: اس اداریہ کا ماخذ خطبۂ استقبالیہ مجلسِ شرعی مبارکپور، گیارہواں فقہی سیمینار منعقدہ ۲۹، ۳۰، ۳۱/مارچ ۲۰۰۵ء، ممبئی ہے بتصرف۔ مدیرِ اعلیٰ﴾

حمدیہ مجموعہ کلام ''ارمغانِ حمد'' کی اشاعت

جناب شاعر علی شاعرؔ کا حمدیہ کلام ''ارمغانِ حمد'' کے نام سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکا ہے۔ مجموعۂ حمد میں اسم اللّٰہ کے چھیاسٹھ (۶۶) اعداد کی نسبت سے ۶۶ حمدیں اور ننانوے (۹۹) صفاتی ناموں کی مناسبت سے ۹۹ حمدیہ ہائیکوز شامل ہیں۔

کتاب کا دیباچہ معروف شاعر ڈاکٹر جمیلؔ عظیم آبادی نے تحریر کیا ہے جبکہ فلیپ پر جناب طاہر سلطانی اور جناب تنویر پھولؔ کی رائے اور قطعۂ تاریخ رقم ہے۔

تمہارا رب جل جلالہٗ فرماتا ہے

معارف قرآن
من افاضات امام احمد رضا

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی*

گزشتہ سے پیوستہ

عبداللہ بن عباس وامام ابوالعالیہ وامام حسن بصری ﷺ فرماتے ہیں:

''الصراط المستقیم'' رسول الله ﷺ و ابوبکر الصدیق و عمر الفاروق رضی الله تعالیٰ عنهما.

رواه عن ابن عباس الحاكم و صححه وعن ابی العالية من طريق عاصم الاحول عنه عبد بن حميد و ابناء جريح و ابی حاتم و عدی و عساكر وفيه فذكرنا ذلك للحسن فقال صدق ابو العالية. جس کا منتہی اللہ ہے۔

قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

ان ربی علی صراط مستقیم. (هود. ۵۶)

بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین وگمراہ ہے۔

قرآن عظیم نے فرمایا:

وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوا ولا تتبعوا فتفرق بکم عن سبیله ذلک وصّٰکم به لعلکم تتقون. (الانعام. ۱۵۲)

شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کرکے فرماتا ہے اور اے محبوب تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا تمام راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کردیں گے، اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہو۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔ (شریعت وطریقت۔۳/۴)

شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا ہے۔ بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر زمینوں پر گزرے، انہیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت۔ مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے، منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہوجائے، فی الحال جتنا پانی آچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے نہیں، منبع سے تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہوجائے گا۔ بوند بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا نہیں نہیں، میں نے غلطی کی، کاش اتنا ہی ہوتا کہ وہ دریا سوکھ گیا، پانی معدوم ہوا، باغ سوکھے، کھیت مرجھائے، آدمی پیاس سے تڑپ رہے ہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں سے اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا ''البحر المسجور'' ہوکر شعلہ فشاں آگ ہوجاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے جلے خاک وسیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ انجام بد دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو ''نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَة o الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةُ o'' (المهمزة. ۶. ۷)

یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔

اندر سے دل جل گئے، ایمان خاک سیاہ ہوا اور ظاہر میں وہی پانی نظر آرہا ہے دیکھنے میں دریا اور باطن میں آگ کا دہرا۔

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں، زیادت چاہنے افزائش پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے، یہ روشنی بڑھ کر صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نور حقیقی تجلی فرماتا ہے۔ یہ مرتبہ علم میں معرفت اور مرتبہ تحقق میں حقیقت ہے، تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں، جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کی مثل ہوتا ہے ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا ہے اور اس سے کہتا ہے ''اطفئی المصباح فقد اشرق الاصباح''

چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن ہوگئی۔

اگر آدمی دھوکہ میں نہ آیا اور نور فانوس بڑھ کر دن ہوگیا، تو ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی

* محقق رضویات و پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

چراغ نہ بجھائے گا آفتاب روشن ہے احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے۔

ع ابلہے کوروز روشن شمع کافوری نہد

تو ہدایتِ الٰہی اگر دستگیر ہے بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ! یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے اسی فانوس کا تو نور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا۔ اس وقت وہ دغاباز خائب وخاسر پھرتا ہے اور بندہ ''نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ'' کی حمایت میں نورِ حقیقی تک پہنچتا ہے اور اگر دام میں آ گیا اور نہیں سمجھا تو معاً اندھیر گھپ کہ ہاتھ سے ہاتھ سجھائی نہیں دیتا جیسا کہ قرآن عظیم نے فرمایا:

''ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ'' (النور. ۴۰)

ایک پر ایک اندھیریاں ہیں اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہونچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنیٰ سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس الٰہی فانوس کو بجھا بیٹھے۔ کاش یہی ہوتا کہ اس کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا ان کی آنکھوں میں چھایا جس نے دن دھاڑے چوپٹ کر دیا ان کو اس کی خبر ہوتی، کہ شاید تو بہ کرتے۔ فانوس کا ایک مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے پھر انہیں روشنی دیتا، مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس خاموش کرائی اس کے ساتھ ہی معاً اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دیدی، یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقتاً نار ہے۔ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے ایک چراغ ہے۔ ہمارا نور آفتاب کو لجا رہا ہے، وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے اور خبر نہیں کہ وہ حقیقتاً نور ہے اور یہ دکھاوے کی ٹٹی۔ آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جائے گا۔

ع کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔ لہٰذا حدیث میں آیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

''المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون''

بغیر فقہ عبادت میں پڑنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا، کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔

رواہ ابو نعیم فی الحلیة عن واثله بن الاسقع رضی اللہ عنہ

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

قصم ظهری اثنان جاهل متنسک عالم متهتک

دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی۔ یعنی وہ بلائے بے درماں ہیں، جاہل عابد اور عالم علانیہ بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔ اے عزیز! شریعت عمارت ہے، اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی ہے۔ پھر اعمال ظاہرہ وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے اور جب تعمیر اوپر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے، دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف نیو بلکہ اعلیٰ حصہ اسفل حصے کا بھی محتاج ہے اگر دیوار نیچے سے خالی کر دی جائے اوپر سے بھی گر پڑے گی، احمق وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب تو ہم زمیں کے دائرے سے اونچے گذر گئے ہیں ہمیں اس تعلق کی کیا حاجت ہے، نیو سے دیوار جدا کر لی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن عظیم نے فرمایا:

فانهار به فی نار جهنم (التوبة. ۱۰۹)

اس کی عمارت اسے لیکر جہنم میں ڈھے پڑی۔ **والعیاذ بالله رب العالمین**

اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں: صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

رواہ الترمذی و ابن ماجه عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے، مونھ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچتا پھرتا ہے۔

وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (الکهف. ۱۰۴)

وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

(شریعت وطریقت۔ ص: ۶ تا ۹)

معارف حدیث

من افاضاتِ امام احمد رضا

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی*

۷۹۔ عن أبی ذر الغفاری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: يَا أَبَا ذَرٍّ! تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ شَيَاطِيْنِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ، قُلْتُ، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلِلْإِنْسِ شَيَاطِيْنُ؟ قَالَ نَعَمْ.

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! اللہ کی پناہ چاہو انسانوں اور جنات کے شیطانوں سے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا انسانوں میں سے بھی شیطان ہوتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید-۱/۷۸۰)

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

ہمارے حضور پرنور سید عالم ﷺ کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے (جوامع الکلم کا مطلب یہ ہے کہ) مختصر لفظ فرمائیں اور معانی کثیرہ پر مشتمل ہوں۔ شیطان دو قسم کے ہیں:

(۱) شیطان الجن، کہ ابلیس لعین اور اس کی اولاد ملاعین ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ والمسلمین من شرھم وشر الشیاطین اجمعین.

اے اللہ! ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ان کے شر اور تمام شیاطین کے شر سے پناہ دے۔ آمین۔

(۲) شیاطین الانس، کہ کفار و مبتدعین کے داعی و منادی ہیں۔ لعنھم اللہ وخذلھم اللہ ابدا ونصرنا علیھم نصرا مؤبدا. آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ اجمعین آمین

ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ○ (الانعام:۶/۱۱۲)

یونہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کو، آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کے لئے۔ ائمہ دین فرمایا کرتے: شیطان آدمی شیطان جن سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ آیت کریمہ میں "شیاطین الانس" کی تقدیم بھی اسی طرف مشیر، ایک حدیث پاک میں ہے کہ "جب شیطان وسوسہ ڈالے اتنا کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تو جھوٹا ہے۔" دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرمادیا۔ شیطان آدمی ہو خواہ جن، اس کا قابو اسی وقت تک چلتا ہے جب تک اس کی سنیئے اور تنکا توڑ کر ہاتھ پر رکھ دیجئے کہ تو جھوٹا ہے خبیث اپنا سا منہ لیکر رہ جاتا ہے۔

آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رد میں فلاں وقت میں لکچر دیا جائے گا۔ یہ سننے کے لئے دوڑے چلے جاتے ہیں۔ کسی پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی یہ سننے کے لئے دوڑے چلے جاتے ہیں۔

بھائیو! تم اپنے نفع و نقصان کو زیادہ جانتے ہو، یا تمہارا رب عزوجل اور تمہارے نبی ﷺ؟ ان کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب دیدو کہ تو جھوٹا ہے، نہ یہ کہ تم آپ آپ دوڑ دوڑ کر ان کے پاس جاؤ اور اپنے رب عزوجل، اپنے قرآن، اپنے نبی ﷺ کی شان میں کلماتِ ملعونہ سنو۔

یہ آیت جو ابھی تلاوت ہوئی اسی کا تتمہ اور اس کے متصل کی آیاتِ کریمہ تلاوت کرتے جاؤ دیکھو قرآن کریم تمہاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتیں بتاتا اور ان ناپاک لکچروں نداؤں کی نسبت تمہیں کیا کیا ہدایت فرماتا ہے۔ آیت کریمہ مذکورہ کے تتمہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَافَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ (الانعام:۶/۱۱۲)

اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتیں نہ بناتے پھرتے، تو تو انہیں اور ان کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے۔

* محقق رضویات و پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

دیکھو! انہیں اور ان کی باتوں کو چھوڑنے کا حکم فرمایا، یا ان کے پاس سننے کے لئے دوڑنے کا۔

اور سنئے! اس کے بعد آیت میں فرماتا ہے:

وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَاهُمْ مُقْتَرِفُوْنَ ○ (الانعام:۶/۱۱۳)

اور اس لئے کہ ان کے دل اس کی طرف کان لگائیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور جو کچھ ناپاکیاں وہ کر رہے ہیں یہ بھی کرنے لگیں۔

دیکھو! ان کی باتوں کی طرف کان لگانا ان کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی ان جیسے ہو جائیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں ہم پر ان کا کیا اثر ہوگا، حالآنکہ حدیث شریف میں اس طرح کے دجالوں سے دور بھاگنے کی تعلیم گذر چکی۔

اور سنئے! اس کے بعد کی آیات میں فرماتا ہے:

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا وَّالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ○ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (الانعام:۱۱۴/۱۱۷)

ترجمہ: ''تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ڈھونڈوں حالآنکہ اس نے مفصل کتاب تمہاری طرف اتاری اور اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اتری تو خبردار! تو شک نہ کرنا۔ اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں کامل ہے کوئی اس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور وہ شنوا اور دانا ہے۔ اور زمین والوں میں زیادہ وہ ہیں کہ تُو ان کی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں، وہ تو گمان کے پیرو ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔''

یہ تمام آیات کریمہ انہیں مطالب کے سلسلۂ بیان میں ہیں۔ گویا ارشاد ہوتا ہے: تم جو ان شیطان آدمیوں کی باتیں سننے جاؤ کیا تمہیں تلاش ہے کہ دیکھیں اس مذہبی اختلاف میں یہ منادی یا لکچرار کیا فیصلہ کرتا ہے؟ ارے خدا سے بہتر فیصلہ کس کا ہے، اس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمہیں عطا فرمادی، اس کے بعد تم کو کسی لکچر یا ندا کی کیا حاجت ہے؟ لکچر والے جو کسی کتاب دینی کا نام نہیں لیتے کس گنتی شمار میں ہیں۔ یہ کتاب والے دل میں خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے۔ تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندی ہے کہ ہٹ دھرمی سے مکر جاتے ہیں۔ تو تجھے کیوں شک ہوا کہ تُو ان کی سننا چاہے۔ تیرے رب کا کلام صدق و عدل میں بھرپور ہے۔ کل تک جو تجھے اس پر کامل یقین تھا آج کیا اس میں فرق آیا کہ اس پر اعتراض سننا چاہتا ہے۔ کیا خدا کی باتیں کوئی بدل سکتا ہے؟ یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چھپ رہے گا۔ وہ سنتا جانتا ہے۔

حواشی

۷۹۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۵ / ۱۷۸
☆ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۸ / ۳۱۹
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۳ / ۳۹
☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ۱ / ۱۶۰
☆ التفسیر لابن کثیر، ۳ / ۳۱۲

کن کن باتوں کی دعا نہ کرنی چاہئے

معارف القلوب (گزشتہ سے پیوستہ)

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ الرحمن
شارح: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی: مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری*

فصل ہفتم

قولِ رضاء: اس میں پندرہ مسئلے ہیں۔ بارہ ارشادِ حضرت مصنف علام اور تین ملحقات فقیر مستہام (یعنی امام احمد رضا)۔

مسئلہ اولیٰ: دعا میں حد سے نہ بڑھے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ مانگنا یا آسمان پر چڑھنے کی تمنا کرنا۔ اسی طرح جو چیزیں محال یا قریب بہ محال ہیں، نہ مانگے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ (۲۳۷)

قولِ رضاء: درمختار وغیرہ میں اسی قبیل سے گنا۔ ہمیشہ کے لئے تندرستی عافیت مانگنا کہ عمر بھر کبھی کسی طرح کی تکلیف میں نہ پڑنا بھی محالِ عادی (۲۳۸) ہے۔

اقول (امام احمد رضا فرماتے ہیں)...... مگر حدیث شریف میں ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ وَتَمَامَ الْعَافِيَةِ وَ دَوَامَ الْعَافِيَةِ.

''الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں عافیت اور عافیت کی تمامی اور عافیت کی ہمیشگی۔''

مگر یہ کہ تمام العافیۃ سے دین و دنیا و روح و جسم کی عافیت ہر بلا سے مراد ہو جو حقیقتاً بلا ہے یا ناقابلِ برداشت۔ اگر چہ بنظرِ اجر و جزا نعمت و عطا ہے (۲۳۹)۔ دین میں عقیدۃً و عملاً کسی قسم کا نقص مطلقاً بلا ہے اور روح پر غم و فکرِ عقبیٰ کے سوا اور ہر غم و پریشانی مطلقاً رنج و عنا ہے (۲۴۰) اور جسم کے حق میں کبھی کبھی ہلکا بخار، زکام، درد سر اور ان کے مثل ہلکے امراض بلا نہیں، نعمت ہیں۔ بلکہ ان کا نہ ہونا بلا ہے۔ مردانِ خدا پر اگر چالیس دن گزریں کہ کوئی علت و قلت نہ پہنچے (۲۴۱) تو استغفار و انابت فرماتے ہیں (۲۴۲)، کہ مبادا باگ ڈھیلی نہ کر دی گئی ہو۔ ہاں سخت امراض مثل جنون و جذام و برص و کوری (۲۴۳) و طاعون یا سانپ کا کاٹنا، جلنا، ڈوبنا، گرنا و امثال ذلك اگر چہ مسلمان کے کفارۂ ذنوب (۲۴۴) و باعث اجر و شہادت و رحمت ہیں ضرور بلا اور لَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ط (۲۴۵) میں داخل ہیں و لہٰذا ان سے عافیت مانگی گئی اور اسی لئے حدیث شریف میں اَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَيِّ ءِ الْاَسْقَامِ (۲۴۶) برے امراض کی قید لگا کر پناہ طلب کی۔ تو تمام العافیۃ و دوام کا یہی محمل اور کلام فقہا سے تنافی زائل (۲۴۷)۔ اسی طرح علامہ قرافی و علامہ لقانی وغیرہما نے اسی سے شمار کیا، دونوں جہاں کی بھلائی مانگنا یعنی اگر یہ مقصود ہو کہ دارین کی سب خوبیاں دے کہ ان خوبیوں میں مراتبِ انبیاء علیہم السلام بھی ہیں جو اسے نہیں مل سکتے۔

اسی میں داخل ہے ایسے امر کے بدلنے کی دعا مانگنا جس پر قلم جاری ہو چکا۔ مثلاً لمبا آدمی کہے کہ میرا قد کم ہو جائے یا چھوٹی آنکھوں والا کہے کہ میری آنکھیں بڑی ہو جائیں۔

قولِ رضاء: اگر چہ محالِ عقلی کے سوا کہ اصلاً صلاحیت قدرت نہیں رکھتا، سب کچھ زیرِ قدرتِ الٰہیہ داخل ہے۔ مگر خلاف عادت بات کی خواستگاری صرف حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام و رضی اللہ عنہم کو وقتِ اظہارِ معجزہ و کرامت بغرض ارشاد و ہدایت و اتمامِ حجت باذن اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ اوروں کا عالمِ اسباب میں ہو کر ایسی بات مانگنا اپنی حد سے بڑھنا اور جہل و سفاہت میں پڑنا ہے۔

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ○ (۲۴۸)

''جیسے کوئی اپنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے کہ پانی خود اس کے منہ میں پہنچ جائے اور ہرگز نہ پہنچے گا۔''

---

* استاذ جامعہ مدینۃ العلمیہ، گلستانِ جوہر، کراچی

مسئلہ ۲: لغواور بے فائدہ دعا نہ کرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ حکایت کرتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا سنوس نامی، اسے حکم ہوا کہ تین دعائیں تیری قبول ہونگی۔ اپنی عورت کے لئے دعا کی، تمام بنی اسرائیل کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہوگئی، غرور وشرور کرنے اور شوہر کو ستانے لگی۔ ایک دن اس سے خفا ہوکر کہا، خدا تجھے کتیا کردے۔ اسی وقت کتیا ہوگئی۔ پھر بیٹوں کی سفارش سے اس کے لئے دعا کی، الٰہی! اسے اصل صورت پر کردے جو صورت پہلے تھی وہی ہوگئی اور تینوں دعائیں مفت میں ضائع ہوگئیں۔

مسئلہ ۳: گناہ کی دعا نہ کرے کہ مجھے پرایا مال مل جائے، کوئی فاحشہ زنا کرے کہ گناہ کی طلب بھی گناہ ہے۔

مسئلہ ۴: قطع رحم کی دعا نہ کرے۔ مثلاً فلاں وفلاں رشتہ داروں میں لڑائی ہوجائے۔ حدیث میں ہے مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک ظلم وقطع رحم کی درخواست نہ کرے۔

قولِ رضاء: قطع رحم بھی ایک قسمِ اثم ہے، جسے بوجہِ شدتِ اہتمامِ احادیث، باب میں اثم پر عطف فرمایا۔ **مالم یدع باثم او قطیعة رحم** (۲۴۹) اسی لئے مصنفِ علام قدس سرہ نے باتباعِ احادیث اسے مسئلہ جداگانہ ٹھہرایا۔

مسئلہ۵: اللہ تعالیٰ سے حقیر چیز نہ مانگے کہ پروردگار غنی ہے۔ اگر تمام خلق کو ایک ساعت میں ان کے حوصلے سے زیادہ بخشے، اس کے خزانے میں کچھ نقصان نہ ہو۔

حضرت امام المرسلین ﷺ فرماتے ہیں: ''جب مانگو خدا سے تو فردوس مانگو کہ وہ اوسطِ بہشت اور اعلیٰ جنت ہے اور اس کے اوپر ہے عرش رحمٰن کا، اور اسی سے جاری ہوتی ہیں نہریں بہشت کی۔''

اور یہ بھی آیا ہے کہ ''جب تُو دعا مانگے بہت مانگ کہ تُو کریم سے مانگتا ہے۔''

اے عزیز! وہ کریم ورحیم ہے۔ بے مانگے کروڑوں نعمتیں تیرے حوصلہ ولیاقت سے زیادہ تجھے عطا کرتا ہے اگر تو اس سے مانگے گا، کیا کچھ نہ پائے گا۔ **ولنعم ما قیل۔** ع

آنکہ ناخواستہ عطا بخشد
گر تو خواہش کنی چہا بخشد (۲۵۰)
بادشاہیست او گر خواہد
ہر دو عالم بیک گدا بخشد (۲۵۱)

حواشی

(۲۳۷) اللہ پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۹۰، ترجمہ کنزالایمان

(۲۳۸) محالِ عادی سے مراد یہ ہے کہ عموماً یا عادت کے طور پر ایسا ہوتا نہ ہو مگر اس کا ہونا، ناممکن نہ ہو، کبھی کسی حکمت کے تحت ہو بھی سکتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کا ہمیشہ کے لئے صحتمند رہنا، بیمار نہ پڑنا۔

(۲۳۹) کہ ان ناقابلِ برداشت اور زائل ہوجانے والی تکلیفوں اور بلاؤں کے بدلے آخرت میں لازوال نعمتوں سے نوازا جائے گا مگر یہ کہ ان تکالیف پر صابر وشاکر ہو کہ واویلا مچانے سے تکلیف دور نہ ہوگی البتہ ثواب جاتا رہے گا۔

(۲۴۰) یعنی رنج وتکلیف ہے۔ (۲۴۱) یعنی بیماری وپریشانی نہ پہنچے۔

(۲۴۲) یعنی توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ (۲۴۳) اندھاپن۔

(۲۴۴) یعنی مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔

(۲۴۵) ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸۶، ترجمہ کنزالایمان

(۲۴۶) اے اللہ عزوجل! میں برے امراض سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(۲۴۷) یعنی مذکورہ حدیث پاک کہ جس میں عافیت کی تمامی اور ہمیشگی طلب کی گئی ہے، اس حدیث اور اس سے قبل درمختار وغیرہ کے حوالہ سے فقہائے کرام علیہم الرضوان کا جو کلام گزرا، ان دونوں کے مابین کوئی تضاد نہیں ہے۔ فتأمل

(۲۴۸) سورۃ الرعد، آیت ۱۴

(۲۴۹) ''جب تک گناہ وقطع رحم کی دعا نہ کرے۔'' (جیسا کہ مسئلہ ۳ اور ۴ میں گزرا)

(۲۵۰) ع بن مانگے عطا فرماتا ہے، محروم کبھی پھیرا ہی نہیں
فریاد اگر تُو کرلے کبھی، پھر دیکھ دعاؤں کی بارش

(۲۵۱) ع تُو بادشاہ ہے اے مرے مالک! گدا کو تُو
اگر چاہے عطا کردے دو عالم آنِ واحد ہیں

عطاری

﴿جاری ہے.........﴾

معارفِ اسلاف

محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث علامہ سردار احمد رحمہ اللہ کی ملّی وسیاسی خدمات

از قلم
حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی*

مخلوقِ خدا کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرماتا رہا ہے۔ ان انبیائے کرام نے اپنے اپنے دور میں اپنی قوموں کی اخلاقی و روحانی تربیت فرمائی۔ انبیائے کرام کا یہ سلسلہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ آپ کے بعد امت کی روحانی واخلاقی تربیت کا فریضہ علمائے حق کو تفویض کیا گیا جنہوں نے اس فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دیا اور مصائب ومشکلات کے باوجود دینِ اسلام کی حفاظت کی اور اسے ہم تک پہنچایا۔ علمائے حق کی اس نورانی سلسلہ کی ایک زرّیں کڑی حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ بھی ہیں۔ آپ بیک وقت ایک باعمل عالمِ دین، کہنہ مشق مدرّس، بالغ نظر مفتی، عظیم فقیہ، بہترین مصنف، بافیض شیخ طریقت، کامیاب مناظر اور شیریں بیاں خطیب تھے۔ ایک ہی شخصیت میں اتنے اوصاف کی یکجائی دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

امتِ مسلمہ کی اصلاح اور اخلاقی وروحانی تربیت کے لئے مولانا سردار احمد قادری چشتی نے جو سعیٔ مسلسل فرمائی، اسے دیکھ کر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بغیر نصرتِ خداوندی اور فضلِ مصطفوی کے اتنے احسن انداز میں یہ کام ممکن نہیں۔ آپ کی اس سعیٔ پیہم اور پُرخلوص محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ آج پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں آپ کے تلامذہ و خلفاء تبلیغ اسلام اور تدریسِ قرآن وحدیث میں منہمک نظر آتے ہیں۔

حضرت محدثِ اعظم کے نورانی شب وروز میں ہمارے لئے سبق ہے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ کی یہ عجب تاثیر ہے کہ اسے پڑھنے والا مسلکِ اہلسنّت کی خاطر کچھ کرنے کے لئے بے چین نظر آتا ہے۔

ملّی وسیاسی خدمات

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی حیاتِ طیبہ کا زیادہ حصہ درس و تدریس میں بسر ہوا۔ تدریس اتنا مشکل کام ہے کہ مدرّس کے لئے اس سے ہٹ کر کسی اور جانب توجہ کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات قوم پر ایسی مصیبت آن پڑتی ہے کہ مدرّس کے لئے اس سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں رہتا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بھی قوم پر مصیبت کا ایسا وقت آتا دیکھا تو بھرپور طریقے سے ان مصائب کو دور کرنے اور قوم کی ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی ان ملّی خدمات کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے:

۱۔ تحریک مسجد شہید گنج:

ربیع الاول ۱۳۵۴ھ/ جون ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریزی حکومت کی سرپرستی میں مسجد شہید گنج لاہور کو ظلماً شہید کر دیا۔ سکھوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ جگہ مسجد نہیں بلکہ گوردوارہ ہے۔ مسلمانوں کا موقف یہ تھا کہ یہ عمارت ہمیشہ سے مسجد رہی ہے۔ سکھوں نے اپنی علمداری میں اس مسجد کو گوردوارہ میں تبدیل کر دیا تھا۔

مسجد کا شہید ہونا تھا کہ برصغیر کے طول وعرض میں مظاہرے اور جلسے شروع ہو گئے۔ یہ مسئلہ صرف لاہور کا نہیں بلکہ برصغیر کے تمام مسلمانوں کا دینی مسئلہ بن گیا۔ شاہی مسجد لاہور سے نکلنے والے احتجاجی جلوس کے قائدین میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نمایاں تھے۔ (۱)

انہی دنوں ایک استفتاء کے جواب میں مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نے ایک مفصل فتویٰ دیا جس میں فرمایا:

(الف) جس خطۂ زمین پر ایک مرتبہ مسجد بن جائے تا قیام قیامت

* ریسرچ اسکالر، جامعہ پنجاب

اسے مسجدیت سے خارج نہیں کر سکتے۔

(ب) مسجد شہید گنج مسجد تھی اور اب بھی مسجد ہے اگر چہ اس کی عمارت منہدم کر دی گئی ہے۔

(ج) جو لوگ حمیتِ دینی سے سرشار ہو کر مسجد شہید گنج کی بازیابی کی کوشش میں جاں بحق ہوئے ہیں وہ شرعاً شہید ہیں۔ (۲)

اس فتویٰ کی تصدیق و تائید جن علمائے کرام نے فرمائی ان میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا نام نمایاں حیثیت سے شامل ہے۔ (۳)

اس طرح خالص فقہی اور علمی اعتبار سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے تحریکِ مسجد شہید گنج میں حصہ لیا۔

۲۔ تحریکِ پاکستان میں شرکت:

مسلمانوں کے علیحدہ وطن پاکستان کی قیام کے لئے آپ نے بھر پور جدوجہد فرمائی۔ اس مقصد کے لئے اہلِ سنت کی ملک گیر تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کے کئی اجلاسوں میں آپ نے شرکت فرمائی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے یادگار اجلاس بمقام بنارس میں شرکت کے لئے حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے مندرجہ ذیل مکتوب ارسال فرمایا:

''بنارس میں سنی کانفرنس کے اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ر اپریل ۱۹۴۶ء کو ہوں گے۔ آپ کی شرکت اس کانفرنس کی روح ہے۔ ۲۶ر اپریل کی شام یا ۲۷ر اپریل کے دن بنارس رونق افروز ہو جایئے۔ مصارفِ سفر یہیں حاضر کئے جائیں گے۔ حضرت مفتی اعظم دام مجدھم اور بریلی سنی کانفرنس کے اراکین کی خدمت میں بھی میری طرف سے التجائے شرکت عرض کر دیں۔ والسلام۔''

سید محمد نعیم الدین از بنارس کینٹ اسٹیشن ڈیری۔ (۴)

اس کانفرنس میں اعلان کیا گیا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنّت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔ (۵)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اس یادگار کانفرنس میں شرکت کی تیاری کر رہے تھے کہ افسوس آپ کے صاحبزادے محمد فضل رحیم کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔ آپ کو فوراً اپنے گاؤں دیال گڑھ آنا پڑا۔ اس وجہ سے آپ کانفرنس میں باوجود بھرپور تیاری کے شرکت نہ کر سکے۔ (۶)

انہی دنوں بہار کے صوفی منظور حسین القادری نے علمائے اہلسنّت کی خدمت میں متحد و متفق ہو کر حصولِ پاکستان کی کوششیں تیز تر کرنے کی اپیل کی۔ اس اپیل میں جن علماء کو مخاطب کیا گیا ہے ان میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا نام نامی سرِ فہرست ہے۔ اس سے آپ کی تحریکِ پاکستان میں نمایاں حیثیت کا اظہار ہوتا ہے۔ (۷)

شہادت کی افواہ: ہندوؤں کی نظر میں مسلم لیگ سے زیادہ خطرناک سنی کانفرنس تھی۔ اسی لئے انتہا پسند ہندو تنظیموں نے سنی علماء و مشائخ کو اپنے راستے سے ہٹانے کے منصوبے بنائے۔ سنی کانفرنس کے عظیم رہنما حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فساداتِ بریلی میں انتہا پسند ہندوؤں کا نشانہ بنے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ فسادات کی افراتفری کے باعث انہی دنوں آپ کی شہادت کی غلط خبر پورے ملک میں پھیل گئی۔ جگہ جگہ ایصالِ ثواب کی محافل اور تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت شیخ الحدیث صحیح و سلامت رہے بلکہ اس نازک دور میں آپ بنفسِ نفیس بریلی کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے رہے۔ چند دنوں بعد صحیح صورتحال واضح ہونے پر شہادت کی خبر کی تردید شائع ہوئی۔ تردیدی خبر کی اشاعت پر اہلسنّت و جماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اکابر علماء صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری وغیرہ نے آپ سے ملاقات کر کے سکون و قرار حاصل کیا۔ (۸)

فساد زدگان کی امداد: اس عرصہ میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کی حیثیت صرف درس گاہ کی نہ رہی بلکہ اسے فسادات سے متاثرہ غریب و مسافر مسلمانوں کے حفاظتی کیمپ اور اہلِ حاجت کے مرکز کی حیثیت حاصل

ہوگئی۔ حضرت شیخ الحدیث کی زیرِ صدارت اجلاس میں اہلِ حل وعقد نے فیصلہ کیا کہ ہنگامی طور پر جمع شدہ سرمائے کو تین مدوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ خرچ کیا جائے۔

۱۔بمدِ مقدمہ ۲۔بمدِ اخراجاتِ طلبہ ۳۔بمد اہلِ حاجت

حضرت شیخ الحدیث کی زیرِ نگرانی اس کے مطابق اخراجات ہونے لگے۔ مگر آپ نے حسبِ عادت حساب اپنے ہاتھ میں نہ رکھا۔ (۹)

تحریکِ پاکستان کے ہراول دستے میں: حضرت شیخ الحدیث نے اگر چہ کسی سیاسی جماعت کی رکنیت اختیار نہ کی تاہم عالمانہ وقار سے تحریکِ آزادی میں قائدانہ حیثیت سے کام کیا۔ اس امر کا اقرار خود مسلم لیگ کے ذمہ داران اراکین نے کیا۔ روز نامہ سعادت کے مدیر جناب ناسخ سیفی تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ انہوں نے بار ہا روز نامہ سعادت میں حضرت شیخ الحدیث کی تحریکِ پاکستان میں خدمات کا ذکر کیا۔ ایک بیان ملاحظہ ہو:

''حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ساتھ میں نے متعدد مقامات پر سفر کیا۔ آپ کا شمار تحریکِ پاکستان کے ہراول دستہ میں ہوتا ہے۔'' (۱۰)

قیامِ پاکستان پر اظہارِ مسرّت: جمعۃ الوداع (۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ/ ۱۵راگست ۱۹۴۷ء) کا خطبہ آپ نے اپنے آبائی قصبہ دیال گڑھ میں دیا۔ اس موقع پر آپ نے قیامِ پاکستان پر اظہارِ مسرت فرماتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا اور لوگوں کو نئے اسلامی ملک کے قیام پر مبارکباد دی۔ (۱۱)

۳۔تحریک فلاح و بہبود برائے مہاجرین:

ہندوؤں اور انگریزوں کی ملی بھگت کے نتیجے میں گورداسپور اور امرتسر کے اضلاع پاکستان میں شامل نہ ہو سکے۔ فسادات کے پیشِ نظر ہجرت کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ دینی رہنما اور ملّی قائد کی حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو اپنے اہل وعیال کے علاوہ دیگر مسلمانوں کی مشکلات بھی دور کرنا تھیں۔ لہٰذا آپ اپنے علاقے کے افراد کے ہمراہ ہجرت فرما کر بٹالہ میں غازی شمشیر خاں کے مزار کے قریب کیمپ میں تشریف لے آئے۔

صبر وضبط کی تلقین: ۴رشوال المکرّم ۱۳۶۶ھ/ ۲۲راگست ۱۹۴۷ء کو جمعۃ المبارک کا خطبہ کیمپ میں دیا۔ سامعین میں مہاجرین کے علاوہ فوجی محافظ دستہ کے سپاہی اور افسر بھی شامل تھے۔ آپ نے انہیں اخوتِ اسلامیہ کا درس یاد دلا کر صبر وتحمل اور آنے والی مشکلات سے اجتماعی طور پر نبٹنے کے لئے آمادہ کیا۔ تمام حاضرین آپ کے وعظ سے متاثر ہوئے۔ ہجرت کے اس قیامت نما ماحول میں آپ نے جس صبر و تحمل اور ایثار کا مظاہرہ فرمایا وہ تاریخ عالم میں ایک مثال ہے۔

جمعہ کے بعد قافلوں کو نوزائیدہ اسلامی مملکت پاکستان روانہ کرنے کے لئے آپ نے فوجی افسروں سے مل کر پروگرام بنایا۔ اگلے روز علی الصبح آپ نے قافلوں کو براستہ جسڑ نارووال نہایت محبت آمیز انداز میں روانہ فرمادیا۔ یہ قافلے آپ کے نام سے موسوم ہوئے۔

فوجی حفاظتی دستہ میں حسنِ اتفاق سے آپ کا ایک ہم وطن اور ہم نام سردار احمد ڈرائیور آپ کا مرید بھی تھا۔ وہ حاضرِ خدمت ہوا اور ایک فوجی ٹرک پیش کیا جس میں آپ اپنے اہل وعیال سمیت سوار ہو کر لاہور تشریف لائے۔ (۱۲)

مہاجرین کی امداد: آپ نے اپنے اثر ورسوخ سے اہلِ حاجت کی امداد کی۔ آپ کی مساعی سے متعدد بے گھروں کو گزر اوقات کے لئے مکانات اور زمینیں مہیا ہوگئیں اور وہ قدرے بہتر صورت میں بسر کرنے لگے۔ اس کے علاوہ مسافر، بیوہ، ضعیف، بیمار، معتکف، سائل اور مقروض مہاجروں کی امداد کرتے رہے۔ (۱۳)

۴۔تحریکِ ختمِ نبوت:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے اپنے فتاویٰ، مناظروں اور تقریروں سے مرزائیت کا رد فرمایا۔ ۵۳۔۱۹۵۲ء میں جب تحریکِ ختمِ نبوت چلی تو اس کا مطالبہ یہ تھا کہ مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے نیز ظفر اللہ خان کو وزیرِ خارجہ کے منصب سے ہٹایا جائے۔ ان مطالبات کو حکومت سے منوانے کے لئے تمام مکاتبِ فکر پر مشتمل ایک

''مجلسِ عمل'' تشکیل دی۔ اس مجلس میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو نظریۂ پاکستان کے مخالف اور قیامِ پاکستان کے سخت دشمن تھے۔ علاوہ ازیں ان کے عقائد قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک تھے۔ (بنیادی طور پر یہی لوگ قادیانی گر اور قادیانی نواز تھے۔ مدیر) انہیں عناصر نے تحریک کا رخ توڑ پھوڑ، بدامنی اور دنگا فساد کی جانب پھیر دیا۔

حضرت شیخ الحدیث کو تحریک کے مطالبات یعنی مرزائیوں کی کلیدی عہدوں سے برطرفی وغیرہ سے اتفاق تھا۔ لیکن مجلس کے طریقہ کار سے اتفاق نہیں تھا۔ نیز آپ بدمذہبوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور شیعوں سے اتحاد کے زبردست مخالف تھے۔ لہٰذا آپ مجلس سے باہر رہ کر مرزائیوں اور دیگر مخالفینِ اہلسنّت کا ڈٹ کر ردّ فرماتے رہے اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں پیش کرتے رہے۔ مخالفین نے اس موقع کو بھی اپنے لئے غنیمت جانا اور شدید ترین جارحانہ پروپیگنڈا کے بل بوتے پر آپ کو نیچا دکھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جامعہ رضویہ کو نذرِ آتش کردینے کا پروگرام بنایا۔ لیکن اس کے باوجود اس مردِ حق آگاہ کے مسلک وموقف میں قطعاً جنبش نہ ہوئی۔ آپ کے قدم مبارک بالکل نہ ڈگمگائے اور اس ہوشربا ہنگامہ میں آپ ایسے پہاڑ کی طرح اپنے مقام پر قائم رہے جسے کوئی آندھی، سیلاب اور زلزلہ اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتا۔

دنیا نے دیکھ لیا کہ آخر اس مردِ مجاہد کی استقامت غالب آئی۔ مخالفانہ شورش ومخالفت کے بادل چھٹ گئے اور جب تحریک کے بعض لیڈروں کے رازہائے اندرونی اور پسِ منظر سامنے آیا تو لوگ اس اعتراف پر مجبور ہو گئے کہ واقعی شیخ الحدیث نے ان حالات میں مجلس شامل نہ ہو کر اپنی شخصیت واپنے مذہب کے تقدس ووقار کو بچالیا ہے اور آپ کا کردار قوم کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوا ہے۔ (۱۴)

اصلاحی تنظیموں کا قیام:

تنظیم کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ دنیا بھر میں تمام کام، تمام انقلاب، تمام تحریکیں تنظیم سے ہی کامیاب ہوئی ہیں۔ اس سے جہاں کام تقسیم ہوتا ہے وہیں ہر شخص خود کو ذمہ دار محسوس کرتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ تنظیموں کی اس اہمیت سے آگاہ وباخبر تھے لہٰذا آپ نے بریلی اور فیصل آباد کے قیام کے دوران مختلف تنظیمیں قائم فرمائیں۔ ان تنظیموں کے نام اور ان کے کام مختصراً درج ذیل ہیں:

۱۔ جمعیت خدام الرضا، بریلی:

اپنی تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء میں آپ نے یہ تنظیم قائم فرمائی۔ اس تنظیم کے صدر آپ خود جبکہ مولانا مفتی اعجاز ولی خان اور مولانا وقارالدین اور دیگر علماء اس کے اراکین تھے۔ اس کے مقاصد درج ذیل تھے:

☆ مذہبِ حقہ اہلسنّت وجماعت کی تبلیغ واشاعت بذریعہ تحریر وتقریر۔

☆ اہلسنّت وجماعت کے جلسوں جلوسوں میں انتظامی سرگرمیاں۔

اس تنظیم نے تقریری وتحریری میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ (۱۵)

۲۔ جمعیتِ اصلاح وترقی اہلسنّت، بریلی:

دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی کے قیام کے ساتھ ہی اس تنظیم کی بنیاد حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی قدس سرہٗ کی سرپرستی میں ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء میں رکھی گئی۔ حضرت شیخ الحدیث اس تنظیم کے روحِ رواں تھے۔ اس تنظیم کی غرض وغایت اہلسنّت کی فلاح وبہبود، تحفظ ودفاعِ حقوق، مسجد بی بی اور دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی کا انتظام، مختلف اسلامی تقاریب کا اہتمام کرنا تھا۔

بے سروسامانی کے بعد جمعیت موصوفہ نے اپنے مقاصد میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ (۱۶)

۳۔ مرکزی جمعیتِ اصلاح وترقی اہلسنّت وجماعت (رجسٹرڈ) لائل پور:

جب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ لائل پور (فیصل آباد) تشریف لائے تو یہاں سنی مدارس تو کجا پورے شہر میں ایک مسجد میں سنی امام تھا۔ یہ صورتحال آپ کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی۔ چند ہی دنوں کے بعد آپ نے شہر کے معززین اور مخلص احباب کے تعاون سے جمعیت اصلاح وترقی اہلِ سنت لائل پور کی بنیاد رکھی۔ ابتداء میں صدر آپ خود تھے۔ بعد میں جامعہ رضویہ کی تدریسی ذمہ داریاں بڑھنے کی وجہ سے صدارت آپ نے کسی اور کے سپرد کردی۔ اس جمعیت کی شاخیں پورے

شہر میں موجود ہیں۔

جمعیت کا نصب العین اہلسنّت و جماعت کی اصلاح و ترقی، فلاح و بہبود اور تحفظ دفاع حقوق ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ جمعیت نے آپ کی صدارت اور پھر سرپرستی میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی اور آپ کے وصال تک شہر کی ساٹھ سے زائد مساجد کا انتظام جمعیت کی ذیلی شاخیں کر رہی تھیں۔ علاوہ ازیں جمعیت کی جانب سے مختلف اشتہار اور پوسٹر بھی وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے تھے۔ (۱۷)

۴۔ انجمن فدایانِ رسول ﷺ (رجسٹرڈ) لائل پور:

لائل پور (فیصل آباد) میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور دعوت و ارشاد کی مقبولیت و وسعت، جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی ترقی، سنی رضوی جامع مسجد میں جمعہ کا عظیم الشان اجتماع، آپ کی مساعی سے شہر کے محلّہ محلّہ، گلی گلی میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کے پُر رونق اجتماعات دیکھ کر مخالفین و حاسدین آپے سے باہر ہونے لگے۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں کے مذہبی اجتماعات کو درہم برہم کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اس صورتحال میں ایک ایسی انجمن کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس پیدا شدہ صورتِ حال کا مقابلہ کرے بلکہ فریضۂ تبلیغ کے ادائیگی میں آپ کی معاون ہو۔ مختلف اہم مقامات پر مشاہیر علماء و مشائخ کو مدعو کر کے تبلیغ و اصلاحی جلسوں کا اہتمام کرے۔ اس نصب العین کے پیشِ نظر یکم ذی قعدہ ۱۳۷۳ھ/ یکم جولائی ۱۹۵۴ء کو شہر کے مخلص، اسلام کے فدائی اور مذہب سے والہانہ محبت رکھنے والوں کی تنظیم انجمن فدایانِ رسول ﷺ کا قیام عمل میں آیا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں اس انجمن نے اپنے مقاصد میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ روزِ قیام سے لے کر آپ کے وصال تک اس انجمن کے زیرِ اہتمام مختلف اسلامی تقاریب پر ایک سو سے زیادہ شاندار تبلیغی اجلاس منعقد ہوئے۔ انجمن نے مساجد میں ائمہ وخطباء کے تقرر کے ساتھ ساتھ نئی مساجد بھی تعمیر کیں۔ گلبرک کالونی کی مسجد بغدادی اور اس کے ساتھ جامعہ نوریہ رضویہ، انجمن ہی کا تعمیر کردہ ہے۔

جمعیت علمائے پاکستان کی تاسیس میں نمایاں حصہ:

قیامِ پاکستان کے بعد حقوقِ اہلسنّت کے تحفظ کے لئے اہلسنّت کی سیاسی تنظیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس تنظیم کے قیام کے لئے دارالعلوم انوار العلوم، ملتان کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۷۔۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ/ ۲۷۔۲۶/ جون ۱۹۴۸ء کو موزوں موقع سمجھا گیا۔ اس اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے علاوہ پاکستان کے ممتاز علماء شریک ہوئے۔ غور و تدبر کے بعد تنظیم کا نام جمعیتِ علمائے پاکستان رکھا گیا اور متفقہ طور پر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہور کو صدر اور مولانا علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتان کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اس طرح حضرت شیخ الحدیث کا شمار جمعیت علمائے پاکستان کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ (۱۸)

عظیم المرتبت شیخ الحدیث و عالم و اکمل
ہے قائل اِک جہاں سردار احمد کی قیادت کا

حوالہ جات

۱۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان ج:۲ ص:۱۲
۲۔ محمد مصطفیٰ رضا خان، مفتی اعظم، فتاویٰ مصطفویہ، ص:۳۸۵
۳۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج:۲، ص:۱۴
۴۔ ایضاً، تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص:۲۱۷
۵۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا، حیات صدر الافاضل، ص:۱۸۹
۶۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج:۲ ص:۲۶
۷۔ ایضاً ص:۲۷ ملخصاً
۸۔ ایضاً ص:۳۱ باختصار
۹۔ ایضاً ص:۳۲ باختصار
۱۰۔ ایضاً ص:۳۴
۱۱۔ ایضاً ص:۳۴
۱۲۔ ایضاً ص:۳۶
۱۳۔ ایضاً ص:۵۲
۱۴۔ ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص:۱۷، بتصرف
۱۵۔ ایضاً ص:۸ ملخصاً
۱۶۔ ایضاً ص:۱۱
۱۷۔ ایضاً ص:۱۲ بتصرف
۱۸۔ ایضاً ص:۱۵

رضا بریلوی
تاریخِ اردو کا نظر انداز شدہ شاعر

جناب سید قیصر وارثی صاحب *

اس میں کوئی شک نہیں کہ رضا بریلوی کی شخصیت علوم وفنون کے حوالہ سے اس قدر وسیع ہے کہ جس کا احاطہ بہت مشکل کام ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے سیرت نگاروں نے سب کچھ لکھنے کے بعد ہمہ جہت اور عالمگیر لکھ کر قلم بند کر دیا ہے۔

رضا بریلوی گرچہ خالص ایک مذہبی متصلب رہنما کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں اور ان کی خدماتِ علمیہ کو ایک گروہ کے ساتھ مختص کر کے ان کی شخصیت کو محدود کر دیا گیا ہے، جو میری نظر میں غلط ہے اور حضرت ممدوح کے ساتھ کھلی زیادتی اور عدم انصاف پر مبنی فیصلہ ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ موصوف مذہبی نقطہ نظر سے اسلام وسنیت اور مسلک حنفیت کے بے باک ترجمان اور عقیدۂ اہلسنّت و جماعت کے علمبردار تھے لیکن ان کی بحث وتحقیق، ان کی گوناگوں خدمات، ان کے علمی اور تحقیقی مجالات صرف مسلک و مذہب کی حد تک محدود نہیں، اگر بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کہ رضا بریلوی جہاں ایک طرف مسائل شرعیہ میں اپنے وقت کے امام ابوحنیفہ تھے، وہیں علمِ حدیث میں قدمائے محدثین کے ہمسر، تاریخ وسیر میں ابنِ ہشام، طبری وواقدی کے ہم پلہ نظر آتے ہیں۔

دوسری جانب علوم عصریہ مثلاً جغرافیہ، علمِ جفر، ریاضیات، ارضیات، فلکیات وغیرہا بکثرت علوم میں اپنا ہمسر ومقابل نہیں رکھتے، غرضیکہ جس جہت سے رضا بریلوی کا مطالعہ کریں وہ یکتا وتنہا نظر آتے ہیں، خواہ علمی وتحقیقی مباحث ہوں کہ ادبی ولسانی، ہر میدان میں آپ کی حیثیت قائدانہ نظر آتی ہے۔

امام احمد رضا کے متعلق ایک عرب محقق اور مختلف زبانوں کے ماہر پروفیسر محی الدین الوائی قاہرہ، مصر کے ایک اقتباس کا ترجمہ نقل کر رہا ہوں:

> ''پرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں، لیکن مولانا احمد رضا خاں کی ذات اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے، آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے، جس پر آپ کے عربی، فارسی اور اردو کلام پر مشتمل دواوین شاہد عدل ہیں۔''

(امام احمد رضا اربابِ علم ودانش کی نظر میں)

رضا بریلوی کی ولادت ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء محلّہ سوداگران بریلی یوپی میں ہوئی۔ آپ کا گھرانہ علمی اور باعزت گھرانہ کے طور پر پہلے ہی سے متعارف تھا، رضا بریلوی کی شانِ عبقریت نے اس میں مزید چار چاند لگا دیئے۔ رضا بریلوی کے علم وفضل کے آگے آپ کے معاصرین دوزانو نظر آتے ہیں۔ رضا بریلوی علوم اسلامیہ عقلیہ ونقلیہ کے زبردست فاضل محقق ہونے کے ساتھ ساتھ نازک خیال، قادر الکلام شاعر بھی تھے، آپ کی شاعری حمد ونعت ومنقبت ومناجات کے محور پر گردش کرتی نظر آتی ہے۔ متعدد زبانوں میں آپ نے شاعری کے جلوے بکھیرے ہیں، اپنے محبوب جانِ عالمین ﷺ کی شانِ اقدس واطہر میں مدح وستائش کی ہے اور شاعری کا حق ادا کر دیا ہے۔

آپ کی شاعری سراپا اخلاص ووفا اور حبِ رسول وعصمت انبیاء کی منہ بولتی تصویر ہے، عربی، فارسی، اردو، ہندی زبانوں میں آپ نے محبوب سرورِ عالم ﷺ کی قصیدہ گوئی کی ہے۔

''رضا بریلوی تاریخ اردو کا ایک نظر انداز شدہ شاعر'' اس

* آپ کا اصل نام سید محمد حمایت رسول ابن علامہ مولانا سید عنایت رسول وارثی عرف محمد عمر وارثی رضوی نوری ابن شیر بیشۂ اہلسنّت علامہ مفتی سید ہدایت رسول قادری نوری ہے۔ آپ دار العلوم وارثیہ غوثیہ لکھنؤ کے مہتمم ہیں۔ (مدیر اعلیٰ)

سلسلہ میں عرض و معروض سے قبل اردو زبان کی ابتداء، جائے پیدائش اور عروج و ارتقاء اور اصنافِ سخن سے متعلق چند جملے پیش کر رہا ہوں۔

باغ و بہار کے مصنف میر امّن دہلوی کا خیال ہے کہ اردو اکبر کے زمانہ میں پیدا ہوئی اور شاہجہاں کے عہد میں پرواز چڑھی، آبِ حیات کے مصنف محمد حسین آزاد کی رائے ہے کہ اردو برج بھاشا سے نکلی اور شاہجہاں کے عہد میں تکمیل کو پہنچی، نورالحسن نقوی تاریخ ادب اردو میں لکھتے ہیں کہ اردو ایک ہزار سال پہلے ہی وجود میں آچکی تھی، ان کی رائے ہے کہ عرب تاجر پانچویں صدی عیسوی سے ساتویں صدی عیسوی تک برابر ملایا کے ساحل پر آتے جاتے رہے، لیکن جب دسویں صدی عیسوی کے آخر میں بڑی تعداد میں مسلمان پہنچے، اس اختلاط کے سبب جو لسانی تبدیلیاں پیدا ہوئیں اس کے سبب اردو وجود پذیر ہوئی۔

محمود شیرانی کہتے ہیں کہ اردو کی داغ بیل پنجاب میں پڑی، مسعود حسین خاں کی رائے میں دہلی اور اس کے گردونواح میں اردو نے جنم لیا۔ اس کے علاوہ بھی محققین کی آراء ہیں جن کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں، بقول نورالحسن نقوی گھٹنوں کے بل چلتی اردو زبان میں شعرائے دہلی میں سے شاہ حاتم، شاہ مبارک آبرو اور مرزا جانِ جاناں نے شاعری کی، پھر سنہری دور کا آغاز ہوتا ہے۔ میر، سودا اور درد نے اردو شاعری کو زمین سے آسمان پر پہنچایا۔

میر تقی میر (۳-۲۲-۱۷/ ۱۸۱۰ء) نے مرثیہ، مثنوی اور غزل لکھے ہیں، محمد رفیع سودا (۱-۱۲-۱۷/ ۸۱-۱۷ء) نے قصیدہ اور ہجو پر زورِ قلم صرف کیا، خواجہ میر درد (۲۱-۱۷/ ۸۵-۱۷ء) ایک عالم فاضل صوفی منش تھے، آپ کا خاندان بخارا سے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ہندوستان آیا تھا، آپ کی شاعری میں ترنم اور حسنِ صوت کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔

رضا بریلوی کے دور کے شعراء اکبرالٰہ آبادی (۱۸۴۶ء/ ۱۹۲۱ء) نے نظم میں شاعری کی، پنڈت برج نرائن چکبست (۱۸۸۲ء/ ۱۹۲۶ء) نے بھی نظم ہی کو موضوعِ سخن بنایا، نظم طباطبائی (۱۸۵۳ء/ ۱۹۳۳ء) نے بھی اردو میں نئے ڈھنگ کی نظمیں لکھیں، ڈاکٹر اقبال (۱۸۷۷ء/ ۱۹۳۸ء) ایک پیامی شاعر تھے، اپنے فلسفہ اور پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے مختلف اصناف میں شاعری کی، زبان و ادب کے حوالہ سے گفتگو جب یہاں تک پہنچ چکی ہے تو اب مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ رضا بریلوی کے دور کے شعراء یا ان کے پہلوں نے اردو زبان کی شاعری کے لئے جن اصناف کا انتخاب کیا وہ غزل، مرثیہ، قصیدہ، مثنوی، نظم وغیرہ ہیں۔ بعض شعراء۔ نے تبرکاً نعت کے چند اشعار کہے مگر نعت کو صنفِ سخن کا درجہ نہیں دیا۔

ان تمام شعراء نے حسن، عشق، اخلاق، سیرت، پیغام وغیرہ کو موضوع بنایا، بعد میں بعض شعراء نے نعت کو باضابطہ موضوعِ سخن بنایا ان میں امیر مینائی، محسن کاکوری، بیدم وارثی کے نام سرفہرست ہیں جس کی تکمیل اور عروج پر پہنچانے کا سہرا یقیناً رضا بریلوی کے سر جاتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود رضا بریلوی کو تاریخ اردو میں وہ مقام نہیں مل سکا جس کے وہ حقدار تھے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ رضا بریلوی کا نام ہی اردو تاریخ سے غائب کر دیا گیا، اس طرح کا خیال رضویات کے معروف محقق پروفیسر مسعود احمد (پاکستان) کا ہے، موصوف کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں جو اس مقام پر اہمیت کا حامل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اردو ادب میں بہت سے شعراء گذرے ہیں، بیشتر شاعروں نے نعت گوئی کو مسلکِ شعری کے طور پر اپنایا، مگر ان نعت گو شعراء میں کوئی شاعر علم و فضل، زہد و تقویٰ، اور عشق و محبت میں اعلیٰ حضرت کا نظیر و مثل نہیں۔

آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں اور نعت گوئی کی آبرو، آپ کے اشعار آبدار عشق و محبت کی جان ہیں۔

اس حقیقت سے کوئی چشم پوشی نہیں کر سکتا کہ آپ اردو زبان کے باعظمت نعت گو شاعر نہیں ہیں، فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، جدتِ تراکیب، ندرتِ استعارات۔ حسنِ بیان، شوکتِ الفاظ، صنعتِ تخیل کی بلند پروازی، جذبات کی فراوانی، کیفیات و تاثرات کی بہتات، سوز و گداز، ناز و نیاز، کیف و نشاط، رنگین بیانی اور سحر انگیزی،

علاوہ ازیں وہ کون سی فنی و شعری محاسن ہیں جو آپ کے کلام میں نہیں، صحیح بات تو یہ ہے کہ آپ کا کلام، کلام الامام ہے، لیکن یہ کسی قدر متحیر کن بات ہے کہ آپ کا تاریخِ اردو ادب میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں، آپ کے سوا جتنے بھی نعت گو شعراء ہیں ان کا ذکر کسی نہ کسی صورت میں تاریخ کی کتابوں میں ضرور ملتا ہے، صرف فاضل بریلوی کے ساتھ یہ بے التفاتی کیوں؟ (عندلیبانِ نعت از حضور احمد منظری)

اردو زبان کے حوالہ سے ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد لکھنؤ کا نام محتاجِ تعارف نہیں، ملاحظہ کیجئے ملک زادہ صاحب کے خیالات رضا بریلوی کی نعت گوئی کے سلسلے میں:

''اسی کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا جو ملکہ انہیں حاصل تھا اس کی غمازی حدائق بخشش میں شامل وہ نعتیں اور منقبتیں کرتی ہیں جو آج بھی گھر گھر پڑھی جاتی ہیں، ان نعتوں میں والہانہ ربودگی اور وفورِ جذبات کے ساتھ ساتھ ضبط و انقیاد کے وہ عناصر بھی پائے جاتے ہیں جو تزکیہ نفس اور تالیف قلب دونوں میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔''

(امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں۔ بحوالہ امام احمد رضا نمبر۔ المیزان۔ بمبئی۔ ۱۹۷۶ء)

ایک اور صاحبِ قلم کی رائے ملاحظہ ہو:

''کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا بریلوی کے حصہ میں کہ وہ مقبولین بارگاہِ الٰہی اور نظر کردگانِ رسالت پناہی کے اس محبوب زمرہ میں ایک مقام خاص رکھتے ہیں، ایسا بلند مقام کہ انہیں حسان الہند کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبۂ عشقِ رسول، ان کی وجد آفریں نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔'' (بحوالۂ سابق)

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی شاعری عروج اور کمال کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، غنائیت، موسیقیت، درد، کیف، نشاط، والہانہ لگاؤ، شیفتگی، برجستگی، فلسفہ، زندگی، شعری محاسن سے رضا بریلوی کی شاعری بھری پڑی ہے، محاورات، تشبیہات، استعارات، کنایات، سادگی، نرم روئی، آہ وفغاں، نزاکتِ طبع اور جذبہ کی صداقت کے لہو کا رنگ صاف نظر آتا ہے۔ گویا وہ اپنی ذات سے ایک انجمن، ایک عہد اور تاریخ ہیں۔ علامہ مشتاق احمد نظامی الٰہ آبادی خطیب مشرق نے رضا بریلوی کی شاعری میں رضا کی بے پناہ جذبۂ محبت اور حزم و احتیاط کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

آقائے کائنات سے ان کی والہانہ شیفتگی ضرب المثال بن چکی ہے، لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ان کی ربودگی اور خود رفتگی بھی ادب شناس ہو جاتی ہے، وہ کیف و سرور کے عالم میں بھی تقاضائے ادب ملحوظ رکھتے ہیں، وہ اضطرابِ شوق کے ہنگامۂ ہا و ہو میں بھی فریاد کی لے تیز نہیں ہونے دیتے، آواز کے زیر و بم پر بھی ان کی گرفت رہتی ہے اور وہ نوکِ قلم پر بھی پہرہ بٹھاتے ہیں۔ (عندلیبانِ نعت از حضور احمد منظری)

رضا بریلوی کے شعری محاسن کو رضا کے اشعار میں ملاحظہ کر سکتے ہیں:

رضا بریلوی کا ویسے تو پورا کا پورا دیوان ہی کوثر و تسنیم میں دھلا دھلایا ہوا ہے لیکن ایک ایسی نعت جس میں رضا نے کمالِ فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے چار زبانوں کو بیک وقت استعمال کیا ہے:

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

اس نعت کے اندر عجیب و غریب قسم کی کشش اور بلا کی جاذبیت پائی جاتی ہے، اس کلام میں موسیقیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

طبی بحر میں ایک اور نعت کا مطلع ملاحظہ فرمائیں، رضا کی زبان کی سادگی اور کلام کی خوبصورتی اور حسنِ ترنم کا خوب خوب مزہ لیجئے:

زمین و زماں تمہارے لئے، مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے
دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھے بھی وہاں تمہارے لئے

غزل کی طرز پر رضا کی نعت کا ایک مطلع اور ایک شعر دیکھئے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
جو ترے در سے یار پھرتے ہیں در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

پوری دنیا رضا کی بے پناہ محبت اور عشقِ رسول کی گواہی دے رہی ہے لیکن رضا کے ہاتھ سے کہیں بھی احتیاط کا دامن نہیں چھوٹنے پایا۔ ملاحظہ ہو:

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے سر کو خبر نہ ہو

ایک رباعی جس میں رضا نے مثل کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ پرو دیا ہے، ملاحظہ ہو:

پر چاہے بلندی فلک کا مذکور
شاید ابھی دیکھے نہیں طیبہ کے قصور
انسان کو انصاف کا بھی پاس رہے
گو دور کے ڈھول سہانے مشہور

اب ہم اپنے مضمون کے آخری سرے پر پہنچتے ہوئے یہ عرض کرنے کی جسارت کر رہے ہیں کہ ہمیشہ سے خواہ کوئی بھی شعبہ رہا ہو اپنائیت اور تعصب یکسر نظرانداز نہیں کئے گئے، بلکہ کہیں نہ کہیں تعصب اپنا چہرہ ضرور دکھاتا ہے اور یہ چیز بعض دفعہ اپنے حدود سے تجاوز کر کے عناد و دورنگی اختیار کر لیتی ہے، جس کے نتیجہ میں اکثر اہلِ حق اپنے حق سے محروم کر دیئے جاتے ہیں اور ایسا ہی کچھ رضا بریلوی کے ساتھ بھی کیا گیا اور اس بے التفاتی کے پیچھے مسلکی تعصب و تنگ نظری واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے اس لئے کہ اہلِ اردو کے ایک طبقہ کو مرثیہ خوانی و سینہ زنی سے فرصت نہیں تو دوسرے گروہ کو مدحِ پیمبر میں ہمیشہ شرک و بدعت نظر آئی، اس لئے رضا بریلوی کو نظرانداز کرنے کے پیچھے نظریاتی اختلاف سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری طرف رضا بریلوی کے پیروکاروں کی خود اپنی کمی رہی کہ یہ گروہ عرصہ دراز تک جلسہ جلوسوں اور عرس میں کھویا رہا، جب تھوڑی بیداری آئی بھی تو اس کا دائرہ کار اتنا محدود تھا کہ اس سے کسی ہمہ جہت شخصیت کے تعارف کی امید لگانا بھول بھلیا میں بغیر راہبر کے چلنے کے مصداق ہے۔

افسوس ہے کہ جس شخصیت کے پیروکاروں کی تعداد کسی بھی دنیا کے سیاسی و مذہبی قائد سے زائد ہوں دنیا میں جس شخصیت کے نام پر سب سے زیادہ پیسے خرچ کئے جارہے ہوں، نہ جانے کتنے مدرسے، مکتب، تنظیمیں، ادارے جس کے نام پر چل رہے ہیں، کیا کبھی کسی نے رضا بریلوی کے ادبی، لسانی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی؟ ہم نے جب بھی قلم اٹھایا تو بحث و مباحثہ، جدل و مناظرہ ہی کو موضوعِ سخن بنایا۔

راقم السطور کی نظر سے اب تک کوئی ایسا رسالہ نہیں گذرا جس میں رضا بریلوی کے ادبی شہ پاروں کو جمع کیا گیا ہو۔ [1]

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی شخصیت خواہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو اسے شہرت کسی ایک ہی جہت سے ملتی ہے مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ کیا وہ عالمِ حدیث و تفسیر نہ تھے؟ لیکن ایک مجتہد فقیہ اور صاحب الرائے کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ اسی طرح امام مالک نے سب سے پہلے علمِ حدیث میں مؤطا کے نام سے کتاب جمع کی لیکن ایک فقہی مسلک کے بانی کے طور متعارف ہوئے، اسی طرح رضا بریلوی ایک حنفی فقیہ اور عاشقِ رسول کی حیثیت سے قوم و ملت میں معروف ہوئے اور شاید یہ دونوں خوبیاں باقی تمام خوبیوں اور القابات پر بھاری ہیں۔

دوسری بات کہ رضا بریلوی کی ادب کے حوالہ سے کوئی مستقل کتاب منظرِ عام پر نہیں آئی، اگر خزانہ کتب میں کہیں ہے تو اسے آنا چاہئے یا کم از کم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصنیفات اور دیگر مباحث علمیہ میں پوشیدہ ادبی خزانوں کو یکجا کرنا چاہیے۔

جہاں تک حدائق بخشش کا سوال ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں

---

[1] رضا بریلوی کے ادبی شہ پاروں پر معارف رضا سالناموں میں متعدد مقالات لکھے جاچکے ہیں نیز اب تک برصغیر پاک و ہند سے ۴ پی۔ایچ۔ڈی کی جاچکی ہیں۔ مدیر

کہ نعت کی دنیا میں حدائق بخشش کی کوئی مثال نہیں پیش کی جاسکتی لیکن بدقسمتی سے شعراء نے یا تو اولاً اسے صنف کا درجہ نہیں دیا اور اگر دیا بھی تو کوئی اہمیت نہیں دی اور اسی صنف کو مذہب والوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ دیکھئے ہمارے سامنے ڈاکٹر خوش حال زیدی کی کتاب ''ادب نما'' ہے۔ جہاں زیدی نے اصناف کا ذکر کیا ہے اس میں نعت کا کوئی تذکرہ نہیں، غزل مرثیہ، رباعی، قطعہ، مثنوی، قصیدہ وغیرہ وغیرہ۔ نور الحسن نقوی نے تاریخ ادبِ اردو میں نعت کا ذکر تو بطور صنف کے کیا ہے لیکن اس پر کوئی دلچسپی نہیں دکھائی ہے جیسا کہ مرثیہ اور غزل وغیرہ میں نظر آتا ہے، غرض یہ کہ شعراء نے اسی صنف کو بطورِ صنف کے نہیں بلکہ بطور تبرک کے استعمال کیا ہے۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی نے بھی اپنے پی. ایچ. ڈی کے طویل مقالہ کی پہلی جلد بنام ''نعتیہ روایت کا عروج و ارتقاء۔ ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ'' کے اندر صنف نعت کے نظر انداز کئے جانے کا شکوہ کیا ہے:

> ''اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ نعت ایک اہم اور مستقل صنف شاعری ہے لیکن وہ شاعری کے کسی مخصوص فارم یا اسلوب کی پابند نہیں ہے، درسی نصاب میں بھی کہیں نعتیہ شاعری کو آج تک بحثیت شاعری متعارف نہیں کرایا گیا، جو ہمارے عہد کا ایک بہت بڑا المیہ ہے، نعت گوئی ہمارے عہد میں پیمانۂ سخن بھی ہے اور پیمانۂ لیاقت علمی بھی، لیکن نجانے کسی مصلحت یا عصبیت کی بنا پر اس کا شمار آج تک ایک مستقل صنفِ سخن کے طور پر نہیں کیا گیا۔''

(نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی۔)

جبکہ حقیقت اور سچائی یہ ہے کہ اردو زبان کے شعراء، ادباء، غزل اور دیگر اصنافِ سخن کو خواہ جس آفاقی نظر سے دیکھیں لیکن جو مقبولیت نعت کے مجموعوں کی ہے وہ کسی بھی غزلیہ مجموعہ کی نہیں، گورنمنٹ اداروں کے اخراجات پر ایک بار چھپنے کے بعد شاید کسی غزلیہ مجموعہ کو دوسری بار شائع ہونے کا شرف حاصل ہو، جبکہ تنہا رضا بریلوی کا دیوان ہندو پاک میں نہ جانے کتنی بار اشاعت پذیر ہو چکا ہے اور آج بھی اسی شدت ومحبت کے ساتھ مطالبہ باقی ہے۔

میری حقیر رائے میں رضا بریلوی کے ادبی شہہ پاروں کو یونیورسٹیوں اور اہلِ اردو تک پہنچانے کو ضرورت ہے، نیز ریسرچ اسکالرشپ دے کر اسی جہت سے کام کرانے کی ضرورت ہے۔

کتابیات

۱۔ادب نما۔ ڈاکٹر خوشحال زیدی

۲۔امام احمد رضا اربابِ علم ودانش کی نظر میں۔مولانا یٰسین اختر مصباحی

۳۔تاریخ ادبِ اردو۔ نور الحسن نقوی، علیگڑھ

۴۔حدائقِ بخشش۔ امام احمد رضا خاں بریلوی

۵۔صلّوعلیہ وآلہ۔ سید محمد اشرف مارہروی

۶۔مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری۔ایک تحقیقی مطالعہ۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی

۷۔نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی

۸۔ماہنامہ اعلیٰ حضرت۔شمارہ اگست ۲۰۰۳ء۔ بریلی شریف

۹۔ ماہنامہ معارف رضا۔ستمبر ۲۰۰۴ء۔ مضمون معارف رضویات، کراچی

۱۰۔لغات۔ فیروز اللغات۔ اردو

۱۱۔المعجم الوسیط ۔ عربی۔ مجمع اللغتہ العربیۃ. الادارة العامة للمعجمات واحیاء التراث.

۱۲۔المنجد عربی۔ بیروت

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک الزام کی حقیقت

تحریر۔علامہ عبدالحکیم شرف قادری تلخیص وترتیب۔خلیل احمد رانا

آج کل جہاں علمائے اہل سنت کو بدنام کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے جارہے ہیں، وہاں یہ بات بھی مخالفین اہل سنت اپنے جلسوں میں عام طور پر کہہ رہے ہیں کہ چونکہ مولانا احمد رضا بریلوی نے ہندوستان کو'' دارالاسلام'' کہا تھا اس لئے وہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔

وقت کے تقاضے کے پیش نظر علامہ شرف قادری صاحب کا یہ مضمون شائع کیا جارہا ہے، شاید کوئی صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ان چند سطور کو تعصب کی عینک اتار کر پڑھے اور راہ ہدایت پر آجائے۔

الزام

مولانا احمد رضا خاں نے انگریزی دور میں ہندوستان کو دارالاسلام کہا، اس لئے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔

جواب

اصل صورتحال:

بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ۱۳۰۶ھ/ ۹-۱۸۸۸ء میں ایک استفتاء کے جواب میں رسالہ مبارکہ "**اعلام الاعلام بان ھندوستان دار الاسلام**" لکھا، ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں آپ کا وصال ہوا اور یہ رسالہ پہلی بار ۲۴ر مارچ ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا، کوئی عقل مند یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ انہوں نے انگریز کی خوشنودی کے لئے وصال سے ۳۴ سال پہلے ایک رسالہ لکھا اور چھپا وصال کے چھ سال بعد، اگر انگریزوں کی خوشنودی مقصود ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ رسالہ ان کی حیات مبارکہ میں شائع نہ ہوجاتا، جب کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا رسالہ "**تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الهندوستان**" (جس میں تھانوی صاحب نے بھی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے) ان کی زندگی میں چھپا، جیسا کہ اس رسالہ کے پہلے صفحہ کی تحریر ''محمد اشرف علی دام ظلہم العالی'' سے پتہ چلتا ہے، اب اگر کوئی شخص کہہ دے کہ تھانوی صاحب نے یہ رسالہ انگریز کی خوشنودی کے لئے لکھ کر تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، یو پی۔انڈیا) سے شائع کیا تھا تو یقیناً یہ قرین قیاس ہوگا، اسے مخالفین کا الزام کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا، ان کے ہمنوا بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں، پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، مولانا عبیداللہ سندھی کے ملفوظات میں لکھتے ہیں!

> ''مولانا سندھی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم وفضل اور ارشاد وسلوک میں انہیں جو مقام بلند حاصل ہے، اس کے تو قائل تھے لیکن تحریک آزادیٔ ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مؤیدانہ مستقل روش رہی، اس سے بہت خفا تھے اور جب بھی موقع ملتا، اپنی خفگی کے اظہار میں کبھی تامل نہ کرتے''۔

(پروفیسر محمد سرور، افادات ملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی، مطبوعہ سندھ ساگرا کادمی لاہور،ص ۳۸۲)

اس موقع پر مولوی شبیر احمد عثمانی کا بیان بھی لائق توجہ ہے، انہوں نے مولوی حفظ الرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

''دیکھئے! حضرت مولانا اشرف علی تھانوی...... ہمارے

آپ کے مسلم بزرگ پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپئے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے''۔

(مکالمۃ الصدرین، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور، ص ۹)

عثمانی صاحب دیوبندی مکتبِ فکر کی مسلم شخصیت ہیں، انہوں نے تھانوی صاحب کو حکومت انگریزی کی طرف سے ملنے والے چھ صد روپئے ماہانہ وظیفے کا انکار نہیں کیا بلکہ بطور استشہاد پیش کیا ہے، کیا ایسی صورت میں بھی اپنی پاک دامنی کا ڈھنڈورہ پیٹ کر انگریز پرستی کا الزام علمائے اہل سنت پر لگایا جا سکتا ہے؟

حقیقتِ حال ۔

میں تیرے مطلب کی لکھ رہا ہوں، قلم تو میرا ہے بات تیری
میں تیری محفل سنوارتا ہوں، چراغ میرا ہے رات تیری

ایک دفعہ مولانا ہدایت الرسول رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے سامنے نواب رام پور کو ''سرکار'' کے لفظ سے یاد کیا تو آپ نے فوراً فرمایا ۔

بجز سرکار سرّ کارِ ایجاد
سروے کارے بسر کارے نداریم

یعنی حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہم کسی دنیاوی سرکار سے غرض نہیں رکھتے، آپ کی تمام تصانیف کا مطالعہ کر جایئے، انگریز تو انگریز کسی مسلمان بادشاہ کے لئے بھی سرکار کا لفظ استعمال نہیں کیا جب کہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں!

''شاید کسی کو شبہ ہو کہ غدر سے تو امان اول باقی نہ رہا بلکہ عہد ثانی کی ضرورت ہوئی، اول تو یہ بات غلط ہے، غدر میں صرف باغیوں کو اندیشہ تھا، عام رعایا سرکار سے بالکل مطمئن تھی''۔ (تحذیر الاخوان، از اشرف علی تھانوی، ص ۹)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ انگریزی حکومت کے لئے ''سرکار'' اور مجاھدین آزادی کے لئے ''باغیوں'' کا استعمال کس ذہن کی غمازی کرتا ہے۔

دیوبندیوں کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے تو حد ہی کر دی، انہوں نے کسی لاگ لپیٹ کے بغیر بڑے والہانہ انداز میں کہا!

''جب حقیقت میں سرکار کا فرنبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے کرے''۔

(تذکرہ الرشید یہ، جلد ۲، ص ۸۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔

کروں مدح اہل دول رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

ان کی تمام زندگی اس قول کی آئینہ دار ہے، انہوں نے جو کچھ کہا، للہ ولرسولہ کہا، کبھی دنیاوی مفاد کو درمیان میں نہیں لائے، انہوں نے بابانگ دہل اس حقیقت کا اعلان کیا، فرماتے ہیں!

''اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمان شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو احکام پہنچانا ہے۔
سنئے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول، نہ تنبیہ و آگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ کا مقصود و مدعا ہو''۔

(امام احمد رضا بریلوی، المحجۃ المؤتمنہ، مطبوعہ حسنی پریس بریلی بار دوم، ص ۴۸)

اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اسے سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ فیصلہ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں ہوگا کہ حق پر کون تھا۔

معاون شواہد: جب ندوۃ العلماء لکھنؤ قائم ہوا اور انگریز اور انگریزیت کی تعظیم و تکریم کے مناظر سامنے آئے تو امام احمد رضا بریلوی نے اس طرز عمل پر شدید تنقید کی، متعدد رسائل لکھ کر اپنا موقف برملا پیش

کیا اور انگریز پرستی کی بھرپور مذمت کی، انہوں نے اپنی کتاب ''صمصام حسن'' میں فرمایا!

ریش، حرام است و دُمِ فرق، فرض
حج، سوئے انگلند بود قطع ارض

اپنی تصنیف ''مشرقستان اقدس'' میں فرمایا!

زیں سگالشہا چہ نالشہا کہ خود ایں سرکشاں
داورداد را برٹش گورنر می کنند

(المحجۃ المؤ تمنہ ص ۴۷)

☆ ایک تقریر میں ندوۃ العلماء کے نظریات باطلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا!

''ندوہ تمام بددینوں، گمراہوں سے وداد واتحاد فرض کرتی ہے..... خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے، اس کے معاملے دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے، کلمہ گو کیسا ہی بددین، بدمذہب ہو ان میں جو زیادہ متقی ہے خدا کو زیادہ پیارا ہے، ان میں جس کی توھین کیجئے خدا و رسول پر حرف آتا ہے، یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد ہے، جو مقال ہے، ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے سب صریح وشدید نکال وعظیم وبال وموجب غضب ذی الجلال ہیں''۔ [1]

(حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، جلد ۱، ص ۱۲۷)

☆ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دوران اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے مسلمانوں کی فلاح ونجات کے لئے جو طریقے بیان فرمائے ان میں سے ایک یہ تھا!

''اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا، اپنی حرفت تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں''۔

(حیات صدر الافاضل، از حکیم سید معین الدین نعیمی، مطبوعہ لاہور، ص ۱۵۹)

☆ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا نظریہ یہ تھا کہ بلاوجہ انگریزوں کو ایک پیسے کا فائدہ بھی نہ پہنچانا چاہئے، مولانا محمد حسین میرٹھی، حاجی علاء الدین کے ہمراہ ایک مسئلہ کی دریافت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوئے، اس موقع پر جو گفتگو ہوئی، مولانا محمد حسین میرٹھی کی زبانی سنیے:۔

''حضرت نے فرمایا! آپ کے خطوط آتے ہیں ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں حالانکہ ۲/ (دو پیسے) میں آتا ہے، حاجی علاءُ الدین صاحب نے عرض کیا حضور ۲/ (دو پیسے) کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط پر لگائے جاتے ہیں، فرمایا بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے چھوڑنے کا وعدہ کیا''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، جلد ۱، ص ۱۴۰)

☆ ایسے بے شمار واقعات امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے عقائد وافکار کو سمجھنے کے لئے مدد ومعاون ہو سکتے ہیں، غیر جانبدار نامور ادیب ونقاد جناب شوکت صدیقی صاحب، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ تھے یا انگریز پرست تھے، نہایت گمراہ کن اور شر انگیز ہے۔ وہ انگریز اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافہ پر ہمیشہ اُلٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا۔ انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا، مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کبھی عدالت میں حاضری نہ دی، ایک بار انہیں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا مگر

[1] نوٹ: ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت نے ندوۃ العلماء پر جو اعتراضات کئے ہیں ان میں سرِ فہرست ان کی انگریز گورنمنٹ سے وفاداری کی شق کا اندراج بھی تھا۔ مدیر)

انہوں نے توہین عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ میں انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کرلوں، کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کر کے حاضر عدالت ہونے کے احکامات جاری کئے گئے، بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گزر کر فوج تک پہنچا مگر ان کے جاں نثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہوگئے، آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا''۔

(ہفت روزہ ''الفتح'' کراچی، شمارہ ۱۴ تا ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء ص ۱۷)

☆ ایک اور جگہ لکھتے ہیں!

''مولانا احمد رضا نہ کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے، نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا، نہ کبھی اس بات کا کسی طور پر اظہار کیا، کم از کم میری نظر سے ان کی ایسی کوئی تحریر یا تقریر نہیں گزری، اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا ضرور ذکر کرتا، اس لئے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے نہ ان کے خانوادے سے، لہٰذا شاہ احمد رضا خاں کو علمائے سو میں شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے۔

(ہفت روزہ الفتح کراچی، شمارہ ۲۸ رمئی تا ۳ رجون ۱۹۷۶ء، ص ۱۸)

☆ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان پر انگریز کا قبضہ غاصبانہ ہے، لہٰذا مسلمانوں کا حق ہے کہ بشرط استطاعت استخلاص وطن کے لئے جہاد کریں، یہی وجہ تھی کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے تلامذہ، خلفاء اور دیگر ہمنو اعلماء و مشائخ اہل سنت نے انگریز اور ہندو دونوں کا مقابلہ کر کے تحریک پاکستان کو پروان چڑھایا۔

☆ ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انگریز کا قبضہ اور اقتدار تسلیم کرلیا، جس کی بنا پر استخلاص وطن کی جدوجہد کا جواز ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا، ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے سے یہ بہت بڑی دشواری ہے کہ مسلمانوں کو اس جگہ شعائر اسلام کے اظہار پر پابندی قبول کرنا ہوگی اور بہت سے احکام شرعیہ کو مرفوع ماننا پڑے گا اور شرعی طور پر وہاں قیام ناجائز ہوگا، کیونکہ دارالحرب سے ہجرت کرنا ضروری اور قیام ناجائز ہے، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ اس نازک مگر اہم نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

''الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں، عجب ان سے جو تحلیل ربوٰ (سود) کے لئے جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت ہے کیسی کیسی وعیدیں اس پر وارد اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت واستطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں''۔ (اعلام الاعلام، از امام احمد رضا بریلوی، ص ۷)

تاریخی حقائق:

یہ امر کسی تاریخ دان سے مخفی نہیں کہ جو لوگ ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے، ان کا کیا حشر ہوا؟ اپنا ساز و سامان، زمین اور مکان وغیرہ اونے پونے ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر گئے اور جو کچھ پاس تھا وہ بھی لوٹ لیا گیا، واپس آئے تو پاس کچھ بھی نہ تھا۔

☆ معترض حضرات ہی یہ بتا سکیں گے کہ اس وقت ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ اگر وہ دارالاسلام ہے تو اس میں کیا راز ہے کہ انگریز کی حکومت ہو تو ہندوستان دارالحرب اور ہندو کی حکومت ہو تو دارالاسلام، اور اگر دارالحرب ہے تو آپ کے بڑے بڑے علماء وہاں قیام پذیر کیوں ہیں؟ دارالحرب سے ہجرت کیوں نہیں کر جاتے، یا پھر ہندو اقتدار کے خلاف علم جہاد بلند کیوں نہیں کرتے؟۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے رسالہ ''اعلام الاعلام'' میں ہندوستان کا دارالاسلام ہونا دلائل و براھین کی روشنی میں ثابت کیا ہے، صحیح موقف کے متلاشی اس کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ مولانا عبدالحی لکھنوی ایک فتوے میں لکھتے ہیں!

''دارالحرب میں اہل اسلام کو کفار ہنود ہوں یا یہودیا

نصاریٰ، امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود لینا جائز ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے'' **لا ربوٰ بین المسلم والکافر فی دار الحرب**'' لیکن بلادِ ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہیں دارالحرب نہیں ہیں، ان میں کافر سے سود لینا جائز نہیں ہے''۔

(مولانا عبدالحی لکھنوی، مجموعہ فتاویٰ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۴۴ھ، جلد ا، ص ۳۰۲)

☆ مولوی محمد قاسم نانوتوی مدرس دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں!

''ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں شبہ ہے جیسا کہ منقولہ روایات سے آپ کو معلوم ہو گیا، اگرچہ اس ناچیز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے''۔

(محمد قاسم نانوتوی، مکتوبات قاسم العلوم (مترجم)، مطبوعہ ناشران قرآن اردو بازار لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۳۷۱)

☆ اس کے باوجود دوسری جگہ لکھتے ہیں!

''ایمان کی بات تو یہی تھی کہ ہجرت کے بارے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے اور سود لینے اور نہ لینے اور دینے اور نہ دینے کے بارے میں ہندوستان کو دارالاسلام سمجھتے، نہ کہ ہجرت کے بارے میں تو دارالاسلام اور سود لینے کے وقت اس کو دارالحرب سمجھیں''۔

(محمد قاسم نانوتوی، مکتوبات قاسم العلوم (مترجم) مطبوعہ ناشران قرآن اردو بازار لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۳۶۲)

اب یہ تو مخالف ہی بتائیں گے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ہندوستان سے کب ہجرت کی تھی اور کہاں گئے تھے؟۔

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

''گویا یہ بلاد اسی دن کے لئے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اڑائیے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے''۔

(امام احمد رضا بریلوی، اعلام الاعلام، ص ۷)

دارالحرب کی تعریف:

جزیرہ مالٹا میں دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن اور مسٹر برن کی گفتگو بھی دلچسپی کے لائق ہے، مولوی حسین احمد دیوبندی کی زبانی سنیئے!

''البتہ نئی بات اس نے ہندوستان کی نسبت دریافت کی، اس نے کہا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مولانا...... نے فرمایا کہ علماء نے اس میں آپس میں اختلاف کیا ہے، اس نے کہا آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے فرمایا میرے نزدیک دونوں صحیح کہتے ہیں، اس نے تعجب سے کہا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ دارالحرب دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، اور حقیقت میں یہ دونوں اس کے درجات ہیں، جن کے احکام جدا جدا ہیں، ایک معنی کی حیثیت سے اس کو دارالحرب کہہ سکتے ہیں اور دوسرے کے اعتبار سے نہیں کہہ سکتے۔

اس نے تفصیل پوچھی، مولانا نے فرمایا دارالحرب اس ملک کو کہتے ہیں جس میں کافروں کی حکومت ہو اور وہ اس قدر بااقتدار ہوں کہ جو حکم چاہیں جاری کریں، اس نے کہا یہ بات تو ہندوستان میں موجود ہے، مولانا نے فرمایا ہاں اس لئے ہندوستان ضرور دارالحرب ہے، اس نے کہا دوسرے معنی کیا ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ جس ملک میں اعلانیہ طور پر شعائر اسلام اور احکام اسلامیہ کے ادا کرنے کی ممانعت کی جاتی ہو، یہ وہ دارالحرب ہے کہ جہاں سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے، (اگر استطاعت اصلاح نہ ہو) اس نے کہا یہ بات تو ہندوستان میں نہیں، مولانا نے فرمایا کہ ہاں جس نے دارالحرب کہنے سے احتراز کیا، غالباً اس نے اسی کا خیال کیا ہے''۔

(سفرنامہ شیخ الہند، مؤلفہ مولوی حسین احمد مدنی، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ، جامعہ مدنیہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۱۶۶)

اگر چہ یہ امر محل غور ہے کہ جب دارالحرب کے دو معنی ہیں، اس کے دو درجے ہیں جن کے احکام جدا جدا ہیں، تو بیک وقت دونوں کس طرح صحیح ہو سکتے ہیں؟ تاہم اس میں شک نہیں کہ جس معنی کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے مولوی محمود حسن بھی اس معنی کے اعتبار سے ہندوستان کو دارالاسلام مانتے ہیں۔

مشہور غیر مقلد مولوی نذیر حسین دہلوی کی سوانح عمری ''الحیات بعد الممات'' میں لکھا ہے کہ!

☆ ''ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان فرماتے تھے دارالحرب کبھی نہ کہا''۔

(الحیاۃ بعد المماۃ، مصنفہ مولوی فضل حسین بہاری غیر مقلد، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نمبرا، ص ۱۳۴)

دارالاسلام کی تعریف:

☆ مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد لکھتے ہیں!

''جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا، پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو، اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو (جیسا کہ ہندستان ہے) تو جب تک اس میں شعائرِ اسلام کی آزادی رہے وہ بحکم حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے اور اگر وہ قدیم سے اقوام غیر کے قبضہ وتسلط میں ہو، مسلمانوں کو ان ہی لوگوں کی طرف سے ادائے شعایر مذہبی کی آزادی ملی ہو تو وہ بھی دارالاسلام اور کم سے کم دار السلم والامان کے نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے، ان دونوں حالتوں اور ناموں کے وقت اس شہر یا ملک پر مسلمانوں کو چڑھائی کرنا اور اس کو جہاد مذہبی سمجھنا جائز نہیں ہے اور جو مسلمان اس ملک یا شہر میں باامن رہتے ہوں، ان کو اس ملک یا شہر سے ہجرت کرنا واجب نہیں بلکہ اور ملکوں یا شہروں سے (متبرک کیوں نہ ہوں) جہاں ان کو امن وآزادی حاصل نہ ہو ہجرت کر کے اس ملک میں رہنا موجب قربت وثواب ہے''۔

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد، از مولوی محمد حسین بٹالوی لاہوری غیر مقلد، مطبوعہ وکٹوریہ پریس دہلی، ص ۱۹)

دارالاسلام ہونے کا ثبوت:

مولوی اشرف علی تھانوی نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ "**تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الهندوستان**" تحریر کیا ہے جس میں بڑے شرح وبسط کے ساتھ ہندوستان کا دارالاسلام ہونا ثابت کیا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ڈنکے کی چوٹ پر ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے، مولوی محمد قاسم نانوتوی سود کے معاملے میں ہندستان کو دارالاسلام قرار دیتے ہیں، مولوی محمود حسن دیوبندی بھی ایک طرح سے ہندوستان کو دارالاسلام کہتے ہیں، مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد ہندوستان کو مذہبی آزادی کی وجہ سے دارالاسلام قرار دیتے ہیں، اور مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد نے تو کبھی دارالحرب کہا ہی نہیں۔

اس مرحلہ پر ہم انصاف ودیانت کے نام پر مخالفین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ ان حضرات کو کس درجے کا انگریز پرست قرار دیں گے؟ اگر آپ انہیں انگریز کا ایجنٹ اور حمایتی قرار دینے کے لئے تیار نہیں تو اہل دانش یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ خوف آخرت سے بے نیاز ہو کر امام احمد رضا بریلوی کے خلاف محض تعصب اور عناد کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اور یہ پروپیگنڈا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

مخالفین بڑے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی فتوے کی بنیاد پر جہاد کے تمام تر اقدامات کئے تھے، حالانکہ حضرت شاہ صاحب نے انگریز کی عملداری کی وجہ سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور مولوی اسماعیل دہلوی بانگ دہل اعلان کرتے رہے کہ ہمیں انگریز حکومت

سے کوئی پرخاش نہیں ہے، ہمارا مقابلہ صرف سکھوں سے ہے۔

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کے سوانح نگار مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں!

''سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہٰ آباد کی معرفت لیفٹینٹ گورنر ممالک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کی تیاری کرتے ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے؟ لیفٹینٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں، نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔

یہ تمام ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی''۔

(حیات طیبہ، مصنف مرزا حیرت دہلوی، مطبوعہ مکتبہ السلام لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۵۲۳)

☆ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہندوستان پر انگریز اور پنجاب پر سکھوں کی حکومت تھی، شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ دارالحرب کی بنا پر مولوی اسماعیل دہلوی ہندوستان یا پنجاب میں جہاد نہیں کرتے، جہاد صوبہ سرحد میں کیا جاتا ہے اور زیادہ تر مسلمانوں کو ہی نشانہ ستم بنایا جاتا ہے۔ بنابریں یہ کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اس جہاد کی بنا فتویٰ دارالحرب پر تھی۔

دارالاسلام اور دارالحرب کی کیفیت

کسی ملک کے بارے میں یہ جاننے کے لئے کہ دارالحرب ہے یا دارالاسلام، یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہاں اقتدار کس کا ہے اور احکام کس قسم کے نافذ ہیں، اس اعتبار سے ممالک کو چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ ملک جہاں غیر مسلم حکمران ہے اور اسی کے وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں اور شعائر اسلام پر پابندی نافذ ہے۔

۲۔ وہ ملک جہاں مسلمان حاکم بااختیار ہے اور وہاں قوانین شرعیہ کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔

۳۔ وہ ملک جہاں مسلمان فرمانروا ہے اور وہاں شریعت کے مطابق بھی فیصلے ہوتے ہیں اور مقامی قانون کے مطابق بھی فیصلے ہوتے ہیں۔

۴۔ وہ ملک جہاں غیر مسلم صاحب اقتدار ہے لیکن فیصلے ہر دو طرح ہوتے ہیں، قوانین شرع کے مطابق بھی اور مقامی قانون کے مطابق بھی اور وہاں شعائر اسلام پر پابندی بھی نہیں ہے۔

پہلی صورت میں وہ ملک دارالحرب ہے، باقی تین صورتوں میں وہ دارالاسلام ہے، مسلمانوں کے وہ علاقے جو کفار کے قبضے میں ہیں (جیسے ہندوستان) ان کے بارے میں فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

" قال السید الامام والبلاد التی فی ایدی الکفرة لاشک انها بلاد الاسلام لعدم اتصالها ببلاد الحرب ولم یظهر وابها احکام الکفر بل القضاة مسلمون (الی ان قال) وقد حکمنا بلا خلاف بان هذه الدیار قبل استیلاء التتار کان من دیار الاسلام و بعد استیلائهم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضائے الشرع والفتویٰ والتدریس شائع بلا نکیر من ملوکهم فالحکم بانها من بلاد دارالحرب لا جهته لهٗ نظراً الی الدراسته والدرایته (الی ان قال) و ذکر الحلوانی انه انما تصیر دارالحرب باجراء احکام الکفر وان لا یحکم فیها بحکم من احکام الاسلام وان تتصل بدار الحرب وان لا یبقی فیها مسلمٌ ولاذمی آمنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط کلها صارت دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط یبقیٰ ماکان وترجع جانب الاسلام احتیاطاً (ملخصاً)

ترجمہ۔ سید امام فرماتے ہیں کہ جو شہر کافروں کے ہاتھوں میں

ہیں بلاشبہ دارالاسلام ہیں کیونکہ وہ دارالحرب کے شہروں کے متصل نہیں ہیں اور کافروں نے وہاں احکام کفر نافذ نہیں کئے بلکہ قاضی مسلمان ہیں، ہم نے کسی اختلاف کے بغیر حکم لگایا ہے کہ یہ شہر تاتاریوں کے تسلط سے پہلے دارالاسلام تھے اور ان کے غلبے کے بعد اذان، جمعہ، جماعت، شریعت کے مطابق فیصلہ، فتویٰ اور تدریس ایسے امور حکام کی طرف سے کسی انکار کے بغیر اعلانیہ طور پر جاری ہیں، لہذا ان شہروں کو دارالحرب قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے؛ امام حلوانی نے فرمایا کسی علاقہ کے دارالحرب ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

۱۔ وہاں احکام کفریہ جاری ہوں اور اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ ہو۔

۲۔ وہ علاقہ دارالحرب سے متصل ہو۔

۳۔ وہاں کوئی مسلمان اور ذمی، امان سابق سے امن والا نہ رہے، جب یہ تمام شرائط پائی جائیں تو وہ جگہ دارالحرب ہے اور جب دلائل اور شرائط متعارض ہوں تو وہ جگہ اپنی اصلی حالت پر رہے گی (پہلے کی طرح دارالاسلام ہوگی) یا احتیاطاً جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی۔

اس عبارت کے مطالعہ سے ہندوستان کے بارے میں حقیقت حال بالکل بے غبار ہو جاتی ہے، امید ہے کہ یہ مضمون انصاف پسند حضرات کو حقیقت واقعیہ کی روشنی میں پہنچا دے گا کہ اعلیٰ حضرت کا ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینا حقائق وشواہد اور اصول وضوابط کے مطابق تھا۔

هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ

''یہ کھلا بہتان ہے۔'' (نور ۲۴/۱۲)

مَايَكُوْنَ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

''ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ایسی (بہتان آمیز باتیں) کہیں۔ الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔'' (نور ۲۴/۱۶)

فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ

''اس بہتان طرازی سے رجوع کرلو، وہ تمہارے لئے ستھرا (راستہ) ہے۔'' (نور ۲۴/۲۸)

وفیات

☆ ملک کی ممتاز اور قابل رشک دینی دانشگاہ، مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، ضلع سرگودھا کے شیخ الحدیث علامہ قاضی محمد ایوب، جان لیوا دورۂ قلب کے بعد صادق ہسپتال سرگودھا میں وصال فرما گئے۔

☆ دارالعلوم حنفیہ غوثیہ P.E.C.H سوسائٹی، طارق روڈ کراچی کے منتظم استاذ القراء محمد طفیل نقشبندی اور استاذ الاساتذہ قاری عبد الرحمٰن بلوچستانی علیہما الرحمۃ الباری کے شاگرد رشید قاری محمد عبد اللطیف امجد دل کے جان لیوا دورے کے بعد ۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ/ ۱۱ر جون ۲۰۰۵ء بروز سنیچر دوپہر ساڑھے ۱۲ر بجے وصال فرما گئے۔

☆ ملک عزیز کی نامور دینی درسگاہ دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کے بانی و ناظم اعلیٰ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کے دیرینہ رفیق، اس ادارہ کے قدیم استاذ اور ابتدائی دور کے مخلص کارکن حافظ عبدالرشید اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے نظر نمازِ عصر کے وصال فرما گئے۔

☆ استاذ الحفاظ حافظ نذر خاں صاحب قادری رضوی ثم الغزنوی (تلمیذ و مرید محدثِ اعظم پاکستان) رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

☆ مرکزی رہنما جماعت اہلسنّت وخطیب جامع مسجد اکبر غلہ منڈی صاحبزادہ سید محمد محفوظ الحق شاہ، پیر سید محمد عبد الخالق شاہ اور پیر سید محمد شمس الحق کی والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر، جنرل سیکریٹری سمیت تمام اراکینِ ادارہ سوگواران سے اس سانحۂ عظیم پر دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

رضا تحقیقی و علمی منصوبہ.................ایک اہم گزارش

(Raza Higher Educational Research Project)

ادارے نے اعلیٰ حضرت پر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے خواہش منداسکالرز کی رہنمائی کے لئے ''رضا ہائر ایجوکیشنل ریسرچ پروجیکٹ'' تیار کیا ہے۔ جس کا ابتدائی کام اعلیٰ حضرت پر تحقیق کرنے والے بین الاقوامی اسکالرز کی تیز رفتار بڑھتی ہوئی ضروریات کو بروقت پورا کرنے کے لئے تحقیقی خاکوں (Research Plans) کی تیاری ہے۔ اس پروجیکٹ کے تحت مختلف عنوانات پر تقریباً ایک ہزار تحقیقی خاکوں کو مدون کر کے کتابی شکل میں اسکالرز کو رہنمائی کی سہولیات مہیا کرنا ہے۔ اس لئے تمام اسکالرز، علماء، محققین اور پروفیسرز حضرات صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کی مناسبت سے ہمیں فقہ، حدیث، سیاسیات، اردو، فارسی، عربی زبان و ادب اور شاعری کی خصوصیات، سوشیالوجی، جدید علوم، تعلیمی نظریات وغیرہ پر مختلف عنوانات کے حوالے سے تحقیقی خاکے (Research Plans) ارسال فرمائیں تاکہ عالمی سطح پر یونیورسٹی کے طلباء اور اسکالرز کی رہنمائی کی جا سکے۔

اس حوالہ سے موصول ہونے والا پہلا ریسرچ پلان شاملِ اشاعت ہے جو محترم پروفیسر دلاور خان صاحب نے مرتب کیا ہے۔ ہم ان کے ممنون ہیں اور ان کے شکریہ کے ساتھ معارف میں شائع کر رہے ہیں۔ ﴿ادارہ﴾

جدید ماہرینِ تعلیم اور احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کا تقابلی مطالعہ

COMPARATIVE STUDY OF MODERN EDUCATIONIST

VS

AHMAD RAZA HANFI'S EDUCATIONAL THOUGHT

ابتدائی صفحات

سرورق	**Title**
سندِ تحقیق	**Acceptance**
ہدیۂ تشکر	**Acknowledgment**
فہرست ابواب	**List of Chapters**
فہرستِ جدول	**List of Tabels**

باب اول: تعارف
CHAPTER#1: INTRODUCTION

ا۔ پسِ منظر: BACKGROUND

الف۔ پاکستان کے موجودہ تعلیمی مسائل اور وجوہات کو مفصل بیان کیا جائے۔

ب۔ **Signification**: مذکورہ عنوان کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی جائے۔

ج۔ **Justification**: جوازِ تحقیق ثابت کرنے کے لئے زیرِ تحقیق عنوان کے تعلیمی اثرات اور فوائد کا جائزہ پیش کیا جائے۔

د۔ **Scope and Limitation**: تحقیقی عنوان کی وسعت و حدود کی وضاحت کی جائے۔

ر۔ **Delimiation**: اس حقیقت کا اظہار کیا جائے کہ وہ کون سے امور ہیں جنہیں مجبوری کی بناء پر شاملِ تحقیق نہیں کیا گیا۔

۲۔ مقاصدِ تحقیق: OJECTIVES OF RESEARCH

بڑی دانش مندی کے ساتھ فکری مقاصد تحقیق متعین کئے جائیں کیونکہ پورے تحقیقی عمل میں مقاصد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ تشریح اصطلاحات مقالہ: EXPLANATION OF TERMS

دورانِ تحقیق مخصوص معنوں میں استعمال کئے جانے والی تمام اصطلاحات و تصورات کی تشریح کی جائے۔

باب دوم: متعلقہ ادب کا مطالعہ
CHAPTER#2: REVIEW OF RELATED LITERATURE ANALYSIS OF PREVIOUSE RESEARCH

سابقہ تحقیقات کے خلاصہ پیش کئے جائیں جس سے ثابت ہو کہ محقق موجودہ تحقیق کے متعلق بھرپور معلومات رکھتا ہے اور وہ اس حقیقت سے بھی باخبر ہے کہ کون سے امور ہیں جنہیں اب تک موضوعِ تحقیق نہیں بنایا گیا اور وہ ان امور کو جاننے کے لئے خاصی دلچسپی رکھتا ہے۔ (ایم.ایڈ کے مقالات کی معلومات کے لئے امام احمد رضا اور انٹرنیشنل جامعات کا مطالعہ کیا جائے۔)

باب سوم: طریقہ کار
CHAPTER#3: METHOD OR PROCEDURE

تحقیقی طریقہ کار میں استقرائی طریقے کو مرکزی حیثیت دی جائے۔ نیز آلاتِ تحقیق، تحقیقی مواد کے حصول کے ذرائع، ماہرین کی آراء، بنیادی اور ثانوی تحقیقی ذرائع کی نوعیت کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔

باب چہارم: اسلامی نظریۂ تعلیم

CHAPTER#4:ISLAMIC EDUCATIONAL CONCEPT

قرآن وسنت سے ماخوذ اسلامی نظریۂ تعلیم پر بھرپور بحث کی جائے اور اس نظریۂ تعلیم کے فروغ میں صحابۂ کرام، تابعین، صوفیائے کرام، مسلم مفکرین اور مسلم حکمرانوں نے کس طرح کردار ادا کیا۔

باب پنجم: احمد رضا حنفی کی حیات و تعلیمی نظریات کا تجزیہ

CHAPTER#5: A BIOGRAPHY AND ANALYSIS OF EDUCATIONAL THOUGHTS OF AHMAD RAZA HANFI

اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

Unit#1: **پہلی فصل**: اس میں احمد رضا حنفی کی سوانحِ حیات جدید تحقیقی اصولوں اور تقاضوں کے مطابق مدون کی جائے۔

Unit#2: **دوسری فصل**: احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے۔

فلسفیانہ پہلو　مذہبی پہلو　معاشرتی پہلو　معاشی پہلو　نفسیاتی پہلو　جمالیاتی پہلو　اخلاقی پہلو

مقاصدِ تعلیم　نصابِ تعلیم　طریقۂ تدریس　رسمی و غیر رسمی تعلیم　تعلیمِ نسواں　نظریۂ جزا و سزا　مطلوب معلم

مطلوب متعلم　متوازن نظریۂ تعلیم　سائنسی فکری کا اصلاحی پہلو　اساتذہ و طلباء کے روابط　عمرانی علوم کا نظریاتی پہلو

باب ششم:

جان ڈیوی کی حیات اور تعلیمی نظریات کا تجزیہ

CHAPTER#6: A BIOGRAPHY AND ANALYSIS OF EDUCATIONAL THOUGHTS OF JOHN DEWEY

باب ہفتم:

روسو کی حیات اور تعلیمی نظریات کا تجزیہ

CHAPTER#7: A BIOGRAPHY AND ANALYSIS OF EDUCATIONAL THOUGHTS OF J.J.ROUSSEAU

نوٹ: اسی طرح دیگر جدید مغربی اور مسلم ماہرینِ تعلیم کی حیات اور تعلیمی نظریات کے تجزیہ کے چند ابواب کا اضافہ کیا جائے۔

بابِ ہشتم:

جدید ماہرِ تعلیم اور احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کا تقابلی مطالعہ

CHAPTER#8: COMPARITIVE STUDY OF MODERN EDUCATIONIST V.S. AHMAD RAZA HANFI'S EDUCATIONAL THOUGHTS

فصل اول: جان ڈیوی اور احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کا تقابلی مطالعہ

COMPARITIVE STUDY OF MODERN EDUCATIONIST V.S. AHMAD RAZA HANFI'S EDUCATIONAL THOUGHTS

الف۔ جان ڈیوی اور احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات میں مماثلت

ب۔ جان ڈیوی اور احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کے اختلافات

ج۔ جان ڈیوی کے تعلیمی نظریات پر احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کی برتری

فصل دوم: روسو اور احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کا تقابلی مطالعہ

COMPARITIVE STUDY OF MODERN EDUCATIO.NIST V.S. AHMAD RAZA HANFI'S EDUCATIONAL THOUGHTS

الف۔ روسو اور احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات میں مماثلت

ب۔ روسو اور احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کے اختلافات

ج۔ روسو کے تعلیمی نظریات پر احمد رضا حنفی کے تعلیمی نظریات کی برتری

﴿نوٹ: اسی طرح دیگر جدید ماہرینِ تعلیم اور اور امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات کے تقابلی مطالعہ کی دیگر فصول کا اضافہ کیا جائے۔﴾

باب نہم

CHAPTER#9

خلاصۂ تحقیق، نتائج، سفارشات، حتمی رائے، کتابیات اور ضمیمہ جات درج کئے جائیں۔

Summary, Finding, Recommendation, Conclusion, References, Appendix

﴿نوٹ: موازنہ غیر جانبدارانہ اور عادلانہ ہو۔ اچھائیوں کا اعتراف کیا جائے اور برائیوں پر تنقید کی جائے اور انہیں دلائل کے ساتھ رد کیا جائے۔﴾

اپنے دیس ۔۔۔۔ بنگلہ دیس میں

فروغِ رضویات کا سفر

اٹھارویں قسط

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

آج یکم جولائی ہے۔ فقیر کو بنگلہ دیش آئے ہوئے ایک ہفتہ گذر گیا۔ یہاں مون سون کا موسم پاکستان کے مقابلے میں نسبتاً طویل ہوتا ہے۔ مئی سے لیکر ستمبر تک بارشیں جاری رہتی ہیں۔ سوموسلا دھار بارش رات بھر جاری ہی۔ آج کا اہم پروگرام شام پانچ بجے اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن کی طرف سے فقیر کے اعزاز میں ایک استقبالیہ ہے۔ دیکھتے ہیں اس وقت تک بارش کی کیا صورتحال رہتی ہے؟ فقیر رات ۳ بجے سے بیدار ہوجاتا ہے۔ ذکر اذکار کے بعد بارش کے منظر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ فجر کی اذان کے ساتھ فاضل نوجوان ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری صاحب قریب کے کمرے سے آجاتے۔ ان کے بعد قبلہ مفتی امین الاسلام صاحب کے صاحبزادے عاشق الرحمٰن صاحب سب سے پہلے فقیر کے کمرے میں تشریف لاتے اور دریافت کرتے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ بعدہٗ ان کے برادر مولانا مفتی شاہد الرحمٰن ہاشمی صاحب ان کے بہنوئی شاعر اہلسنّت مولانا انیس الزمان اور خود حضرت مفتی صاحب قبلہ بھی کبھی تشریف لے آتے اور نہایت اصرار کے ساتھ اس گنہگار سے فجر کی امامت کرواتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس خانوادۂ ہاشمی کو تاصبحِ قیامت پھلتا پھولتا اور علم وعرفان کی آماجگاہ بنائے رکھے۔ آمین بجاہِ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ناشتہ دوقسطوں میں ہوتا، فجر کی نماز کے بعد چائے کے نام سے ایک بھرپور ناشتہ پیش کیا جاتا۔ فقیر کے لئے اسپیشل قہوہ (بغیر دودھ والی چائے) ہوتی، دیگر مشروبات، مٹھائیاں، پھل وغیرہ ہوتے پھر آٹھ/نو بجے کے قریب پراٹھے، انڈے، سالن وغیرہ کا ناشتہ ہوتا۔ اس کے بعد موسم کے جتنے پھل تھے، پیش کئے جاتے، فقیر عادی قلیل الطعام اور ادھر یہ سخاوت اور مہمان نوازی، تناول کرتا ہوں تو معدہ فریادی ہوتا ہے اور انکار کروں تو نہایت کرم ومحبت والے دوستوں اور بزرگوں کا دل ٹوٹتا ہے اور ایسا کرنے سے یہ معصیت کیش حجِ اکبر کے ثواب سے محروم ہوتا ہے، یہ احقر کو کسی طور منظور نہ تھا، لہٰذا ہر ڈش سے کچھ نہ کچھ کھانا یا چکھنا ضرور تھا۔

صبح آٹھ بجے سے ہی احبابِ اہلسنّت ملاقات کے لئے آنا شروع ہوگئے۔ ان میں حضرت پیرِ طریقت قبلہ مفتی امین الاسلام ہاشمی صاحب کے مریدین اور عقیدتمند بھی تھے اور دیگر علماء واسکالرز اور احباب بھی۔ کل امام غزالی کالج چٹاگانگ کے اسلامک اسٹڈیز کے لکچرار جناب اے۔ ایم۔ نظام الدین صاحب، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا عنوان منتخب کرنے کے لئے مشورے کے لئے تشریف لائے تھے، آج ان کا فون بھی آیا تھا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی دینی وعلمی خدمات کے عنوان پر کام کرنے کے لئے ذہن بنالیا ہے، بعد میں خط وکتابت کے ذریعہ فقیر سے رابطہ کریں گے۔ صبح ۱۰ بجے کے قریب امام اہلسنّت بنگلہ دیش کے صاحبزادے اور احسن العلوم جامعہ غوثیہ کے پرنسپل حضرت مولانا ابوالبیان سید رضوان الرحمٰن صاحب مدظلہٗ تشریف لائے۔ ایک ہفتہ کے قیام میں پہلی بار بالمشافہ آپ سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ آپ نے ہمیں زیارات مزارات مع بھنڈاری شریف کی دعوت دی اور فرمایا کہ وہ خود اپنی پجارو جیپ میں ۱/۲ ۱۱ بجے کے قریب لے جائیں گے۔ مولانا بدیع العالم رضوی صاحب ملاقات کے لئے اور آج کے استقبالیہ کی یاددہانی کرائی اور انہوں نے فقیر سے خصوصی درخواست کی کہ ان کو تنظیم المدارس پاکستان کا مکمل نصاب بھیج دیا جائے تاکہ وہ کوشش کرکے بنگلہ دیش کے سنّی مدارس میں یا کم از کم انجمن رحمانیہ احمدیہ سنّیہ کے تحت چلنے والے مدارس

میں اس کا نفاذ کرا سکیں۔

تقریباً ۱۱بجے (صبح) مولانا ابوالبیان صاحب تشریف لائے اور فرمایا جیپ تیار ہے، مزاراتِ مج بھنڈاری کے لئے تشریف لے چلئے۔ راقم کے ساتھ مولانا شاہد الرحمٰن ہاشمی صاحب، ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری صاحب، شیخ الحدیث احسن العلوم مولانا عبد المالک شاہ صاحب بھی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ مولانا ابوالبیان صاحب خود ڈرائیو کررہے تھے۔ حضرت ابوالبیان صاحب خوش مزاج اور باذوق انسان ہیں، اخلاقِ عالیہ سے متصف ہیں، سفید دوپلّی ٹوپی اور سفید کرتے پاجامے میں ملبوس، منہ میں پان اور ہونٹوں پر جھلکتی سرخی کے ساتھ ان کی شخصیت یو پی (انڈیا) کی ایک نستعلیق روایاتی شخصیت نظر آتی ہے، دیکھنے والا انہیں کسی طور بنگالی نہیں سمجھے گا، اردو بھی بہت صاف بولتے ہیں، اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے۔ آمین۔

روانگی کے وقت بارش شروع ہوچکی تھی، مولانا ابوالبیان صاحب نے بتایا کہ مج بھنڈاری شریف چٹاگانگ سے تقریباً ۴۰کلومیٹر شمال میں واقع ہے لیکن بارش میں سڑکیں زیرِ آب آجاتی ہیں اور راستہ بھی اونچا نیچا، ناہموار ہے اس لئے وہاں تک پہنچنے میں ایک گھنٹہ سے زائد لگ سکتا ہے۔ راستہ بھر بارش تھی، چاروں طرف ہرے بھرے کھیتوں میں پانی بھرا ہوا تھا، چٹاگانگ کی پہاڑیوں سے بارش کے پانی کا ریلا آرہا تھا، ندی، نالے ابل رہے تھے، سڑکیں کئی جگہ زیرِ آب تھیں، لیکن ہماری پجاروٹائپ کی جیپ تھی وہ بآسانی مگر آہستگی کے ساتھ ان مقامات سے گذرتی رہی، جبکہ راستے میں جگہ جگہ کاریں پانی میں پھنسی ہوئی نظر آئیں اور اردگرد کی دیہاتی آبادی کے بچے اور نوجوان ان کو دھکا دیتے ہوئے دکھائی پڑے۔ بتایا گیا کہ بارش کے دنوں میں یہ بچے اور جوان سڑکوں پر نکل آتے ہیں اور پیسے لے کر پانی میں پھنسی ہوئی گاڑیوں کو دھکّے دیکر باہر نکالتے ہیں، رقم منہ مانگی لیتے ہیں۔

ہم لوگ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے اندر مج بھنڈاری کے علاقہ میں داخل ہوگئے یہ ایک اچھی خاصی بڑی بستی ہے۔ اللہ والے ویرانوں میں بیٹھ کر ''اللہ ھُو'' کی ضرب سے رشد و ہدایت کا چراغ روشن کرتے ہیں، پھر اس چراغ کی روشنی کے گرد اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی خلقت جمع ہوتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اولیاء اللہ کے فیض یافتہ افراد کا ایک شہر آباد ہوجاتا ہے۔ اللہ کے ولی ویرانوں کو آباد اور ظلمت کدوں کو روشن کرتے ہیں اور ان سے دشمنی رکھنے والے آبادیوں کو برباد کرتے ہیں۔ اللہ کے دوست ویران دلوں کو منور کرتے ہیں اور ان کے دشمن دلوں کی روشن دنیا اجاڑنے کے درپے ہیں، مگر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

کے بموجب محبوبانِ الٰہی کے ''چراغِ مصطفوی'' سے مستعار نور کو اللہ تعالیٰ و اس کے رسول اکرم ﷺ صبح قیامت تک روشن رکھنے کے ضامن ہیں لہٰذا: پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

اللہ تبارک وتعالیٰ کے دوستوں کی ان ابدی آرام گاہوں کے گرد برکاتِ الٰہی کے حصول کے لئے لوگ جوق در جوق جمع ہوتے رہیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت، اللہ تعالیٰ کی محبت میں یہاں آنے والوں کو جمع ہونے سے نہیں روک سکتی۔

جب ہم لوگ مج بھنڈاری قصبہ میں داخل ہوئے تو بارش ہلکی ہوچکی تھی، شاہراہِ عام سے مزار شریف تک کا راستہ بارش کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا، مزار شریف کا احاطہ بہت بڑا ہے، اس میں حضرت مولانا شاہ احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ان کے خانوادے اور خلفاء کے مزارات علیحدہ علیحدہ جگہوں پر ہیں، یہ مزارات تقریباً ایک دائرے کی شکل چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ بیچ میں ایک بڑا سا تالاب ہے، مجاورین کے مکانات اور دارالتعلیم مج بھنڈار کا دفتر بھی اسی احاطہ میں واقع ہے۔ جن معروف بزرگوں کے مزارات ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ علیہ الرحمۃ (المعروف بہ غوثِ اعظم مشرقی)
ولادت: ۱۸۲۶ء، وصال: ۱۹۰۶ء، ہر سال ۲۷ ذیقعدہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

۲۔حضرت مولانا غلام الرحمٰن مج بھنڈاری علیہ الرحمۃ
(مولانا سید احمد اللہ شاہ صاحب کے بھتیجے اور خلیفہ)
ولادت:۱۸۷۶ء۔ وصال:۵/اپریل ۱۹۳۷ء۔(۲۲ محرم ۱۳۵۶ھ)
۳۔مولانا سید دلاور حسین علیہ الرحمۃ (خلیفہ سید احمد اللہ شاہ صاحب)
ولادت:۱۸۹۳ء۔وصال:۱۹۸۲ء
۴۔مولانا ضیاء الحق ابن مولانا سید دلاور حسین مجذوب علیہ الرحمۃ
ولادت:۱۹۲۸ء۔ وصال:۱۹۸۸ء

حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ رحمہ اللہ مج بھنڈار میں غوث اعظم مشرقی کے عرف سے مشہور ہیں۔ سیدنا غوث الثقلین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت کی مظہر کرامت سید احمد اللہ شاہ صاحب سے بھی منسوب ہے بیان کیا جاتا ہے کہ ''ایک روز چٹا گانگ کے ایک جنگل میں مج بھنڈار سے میلوں دور ان کے ایک مریدِ صادق کو ایک شیر نے راستے میں آلیا اور قریب تھا کہ وہ اس پر حملہ آور ہوتا کہ اس نے وہیں سے پکارا یا غوث اعظم مشرقی المدد، اس وقت حضرت احمد اللہ شاہ صاحب مج بھنڈار کے اسی تالاب کے کنارے غالباً مغرب کی نماز کے لئے ایک لوٹے سے وضو فرما رہے تھے، آپ نے اپنے مرید کی فریاد سنی تو فوراً غصہ میں وہ لوٹا تالاب میں پھینک دیا، بعد میں لوگوں نے تالاب میں اس کو تلاش کیا مگر لوٹا نہ ملا۔ ایک یا دو دن کے بعد جب ان کا مرید مج بھنڈار آیا تو اس نے حضرت کے قدموں میں سر ڈال دیا اور وہی لوٹا ان کے قدموں میں رکھ کر عرض کی کہ حضور آپ کے وضو کے اس لوٹے نے میری جان بچالی، میں نے جب آپ سے فریاد کی تو آپ کی آواز آئی کہ گھبراؤ نہیں میرا لوٹا تمہاری مدد کو آرہا ہے، پھر اچانک میں نے دیکھا کہ آسمان سے اڑتا ہوا یہ لوٹا آیا اور شیر جو مجھ پر حملہ آور ہو چکا تھا، اس کے سر پر لگا، وہ اس کی ضرب سے اسی وقت ڈھیر ہو گیا۔''

آپ کے مزار پر مجاور حضرات ایک پیتل کے لوٹے کی بھی زیارت کراتے ہیں اور اس کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ وہی لوٹا ہے جو حضرت احمد اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے شیر کے اوپر پھینکا تھا۔ فقیر نے اور مولانا شاہد الرحمٰن صاحب نے بھی تبرکاً اس لوٹے سے پانی پیا۔

جب ہم وہاں گئے تو اس وقت حضرت شاہ احمد اللہ علیہ الرحمۃ کے مزار کی تعمیرِ نو ہورہی تھی، ایک بہت اونچی کرسی پر بہت اونچا گنبد تعمیر کیا گیا ہے جس کا پلاسٹر اور تزئین و آرائش کا کام ابھی باقی تھا۔ ان کے بھتیجے اور خلیفۂ اجل حضرت مولانا غلام الرحمٰن علیہ الرحمۃ کے متعلق بتایا گیا کہ آپ بہت جید عالم اور عامل بہ سنّت تھے۔

مولانا ضیاء الحق کے متعلق بتایا گیا کہ یہ مجذوب تھے اور زیادہ تر جذب کے عالم میں رہا کرتے تھے۔ اکثر ایک جیپ پر سیر کرنے نکلا کرتے تھے اور جنگلوں میں چلے جاتے تھے، متعدد بار ایسا ہوا کہ راستے میں اس کا پٹرول ختم ہو گیا، میلوں میل جنگلی اور دیہاتی علاقے میں پٹرول پمپ نہیں تھا، آپ ڈرائیور سے کہتے کہ قریب تالاب یا ندی سے پانی بھر کر لاؤ اور ٹنکی میں ڈال دو۔ ڈرائیور ان کے حکم کی تعمیل کرتا اور گاڑی پانی سے چل پڑتی۔

حضرت العلام، شیرِ بنگلہ سید شاہ عزیز الحق علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق یہ بزرگانِ مج بھنڈار قادریہ سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ آپ نے اپنے دیوانِ عزیزی میں حضرت سید احمد اللہ شاہ صاحب اور حضرت سید غلام الرحمٰن شاہ صاحب کی منقبت میں بالترتیب ۲۱/اور ۱۰/اشعار کہے ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

۱۔درمدحِ حضرت مولانا شاہ خواجہ احمد اللہ القادری مج بھنڈاری، چاٹگامی علیہ الرحمۃ:

حضرت شاہ احمد اللہ قادری — قطب الاقطاب بلاد مشرقی
غوث اعظم آں شہ مج بھنڈری — او چراغ اُمّتانِ احمدی
سایۂ اوچوں ہُما سایہ بداں — بود او کبریتِ احمر در جہاں

تاج دو بودہ بدستِ سرورِ پیغمبراں — یک نہادہ بر سرِ شاہ احمد اللہ بیگماں
زیں سبب اوغوث الاعظم در بلادِ مشرقی — فیض یاب روضہ اش جن و پری و آدمی
تاج دیگر بر سرِ آں شاہِ جیلانی نہاد — زاں سبب بر گردنِ ہر اولیاء پائش نہاد
در شبِ معراج محبوبِ خدا بر گردنش — پانہادہ رفت بر عرش بریں آں افرش
اندر آں دم گفت محبوبِ خدا معجز بیاں — تو محی الدین ہستی تحفۂ خدمت بداں
قادریم نعرۂ آں غوث الاعظم می زنم — دم ز شاہ احمد اللہ قطب عالم می زنم

۲۔ در مدحِ حضرت بابا جان قبلہ مولانا شاہ سید غلام الرحمٰن القادری میج بھنڈاری علیہ الرحمۃ:

مرحبا صدر مرحبا، صد مرحبا، صد مرحبا   بہر ثانی غوث الاعظم شاہ غلام رحمٰن ما

با خطاب بابا جاں قبلہ شدہ مشہور واں   او گلے از باغ آں شاہ احمد اللہ بے گماں

بوئے آں گل کردہ شیدا سائر اہل جہاں   گشت میجھنڈار از آنجا سجدگاہِ عاشقاں

بود او مجذوب و سالک درمیانِ اولیا   نورِ چشم احمد اللہ غوث الاعظم مرحبا

حضرت علامہ مولانا سید شاہ عزیز الحق شیر بنگلہ علیہ الرحمۃ نے چٹاگانگ میں آسودۂ خاک جن بارہ اولیائے کرام کا ذکر اپنے دیوانِ عزیزی میں کیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱) حضرت مولانا سید احمد اللہ القادری ۲) مولانا سید غلام الرحمٰن القادری

۳) حضرت قطب بنگال حضرت امانت شاہ ۴) حضرت بدر شاہ اولیاء

۵) حضرت غریب اللہ شاہ ۶) حضرت غریب اللہ شاہ

۷) حضرت مسکین شاہ ۸) حضرت شاہ پیر اولیاء

۹) حضرت شاہ چاند اولیاء ۱۰) حضرت مولانا عبدالحئی مرزا کھیلی ساتکانوی

۱۱) فخرِ بنگلہ حضرت مولانا خانصاحب عبدالحمید چاٹگامی، پٹیاوی

۱۲) شیخ الاسلام حضرت صوفی سید سفیر الرحمٰن نقشبندی، القادری محدثِ اعظم بنگال (نانا جان حضرت مفتی نورالاسلام ہاشمی و مفتی امین الاسلام ہاشمی) رحمہم اللہ تعالیٰ ورحمۃ واسعہ

ہم نے مج بھنڈار شریف میں آرام فرما تمام بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ ایک افسوسناک چیز یہ دیکھنے میں آئی کہ حضرت سید شاہ احمد اللہ القادری اور حضرت سید شاہ غلام الرحمٰن القادری علیہما الرحمۃ کے زمانے میں یہاں درس و تدریس اور تزکیۂ نفس کی تربیت کا اہتمام ہوتا تھا لیکن اب ایسا کوئی اہتمام وہاں باقی نہیں ہے، نہ مدرسہ ہے نہ خانقاہ۔ مجذوب ضیاء الحق رحمہ اللہ کے مزار پر جو عالیشان گنبد اور سنگِ مرمر اور دیگر قیمتی پتھروں کی جو درآمد شدہ ٹائلیں لگی ہیں اور اس کی جو زیبائش و آرائش کی گئی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے لیکن افسوس صد افسوس! ایک مجذوب کی مزار شریف کی تعمیر پر کروڑوں روپے خرچ کرنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ اگر یہاں پر ایک عالیشان دارالعلوم، طلباء اور زائرین کرام کے لئے الگ الگ وسیع ہوسٹل اور ان بزرگوں کے شایانِ شان ایک وسیع و عریض مسجد تعمیر کر دی جاتی تو زائرین کرام اور آنے والی ہماری نسلوں کی تعلیم و تربیت کا بہترین اہتمام ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ، اس کے محبوب مکرم ﷺ اور یہاں پر آسودۂ خاک بزرگانِ کرام کی ارواح کی خوشنودی کا سبب بھی ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

﴿باقی آئندہ﴾

رضویات پر ۱۸ ویں پی. ایچ. ڈی کی منظوری

بی. آر. امبیڈکر یونیورسٹی، مظفر پور، بہار، انڈیا سے آمدہ ایک اطلاع کے مطابق اس یونیورسٹی نے پروفیسر ناز قادری صاحب کی نگرانی میں مکمل شدہ ڈاکٹر ریاض احمد صاحب کا تحقیقی مقالہ ''امام احمد رضا کی ادبی و لسانی خدمات'' ستمبر ۲۰۰۴ء میں پی. ایچ. ڈی سند کے اجراء کے لئے منظور کر لیا ہے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے تمام اراکین بشمول سرپرستان، صدر و جنرل سیکریٹری اس کی عظیم کامیابی پر جناب ڈاکٹر ریاض احمد صاحب اور ان کے نگران محترم استاد پروفیسر ناز قادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ان کی دینی و دنیاوی ترقی کے لئے دعا گو ہیں۔

(اس اطلاع کے لئے ہم محترم ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کے ممنون ہیں۔)

تعارف و تبصرہ کتب

تبصرہ نگار: عمّار ضیاء خاں

نام کتاب : خطباتِ کولمبو
تصنیف : مفتی محمد مجیب اشرف صاحب (ناگپور)
طباعت : کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، دہلی۔
صفحات : 208
سن اشاعت :۲۰۰۴ء/۱۴۲۵ھ
قیمت : -/100 روپے
ناشر: رضا اکیڈمی، مالیگاؤں

ہندوستان کے جنوب میں بحرِ ہند کے ساحل پر واقع ملک سری لنکا ایک خوبصورت جزیرہ ہے جہاں مسلم آٹھ فیصد (8%) ہیں اس کے باجود سری لنکا میں ذکرِ رضا و افکارِ رضا کا پرچار زور و شور سے جاری ہے۔ اس علاقہ میں ذکر و فکرِ رضا کے ابلاغ میں جہاں دیگر کئی قابلِ احترام نام مذکور ہیں انہی میں ایک نام حضور اشرف العلماء حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ کا ہے۔ آپ جامع الصفات بڑے بافیض عالم ہیں۔ یہ کتاب ''خطباتِ کولمبو'' مفتی صاحب قبلہ کی ان تقریروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے سری لنکا کے شہر کولمبو میں منعقدہ جلسوں میں تبلیغِ اسلام اور اشاعتِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے لئے فرمائیں۔ موصوف کا اندازِ تقریر بہت دلچسپ ہے۔ آپ انتہائی آسان اور روزمرہ کی زندگی کی امثال سے حق بات اس طرح واضح کرتے ہیں کہ وہ مخاطب کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔

مسلکِ اعلیٰ حضرت کی حقانیت اور صحیح عقائد پر براہینِ قاطعہ سے مزین ان تقاریر کو رضا اکیڈمی، مالیگاؤں نے نہایت بہترین انداز میں شائع کیا ہے۔

نام کتاب : امام احمد رضا پر صیہونیت کی یلغار
مصنف : مولانا محمد علی فاروقی صاحب
اشاعت اول : ۲۰۰۱ء صفحات: ۵۲
قیمت : تحریر نہیں۔
شائع کردہ : محسنِ ملت اکیڈمی، مدرسہ اصلاح المسلمین، دارالیتامیٰ، رائے پور۔ ایم. پی

دینِ اسلام کی حقانیت جس روزِ روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے اس کا اندازہ دنیا میں قبولیتِ اسلام کرتی ہوئی لوگوں کی بڑی تعداد سے لگایا جاسکتا ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کے دل میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع روشن نہ رہنے دی جائے کیونکہ یہی وہ شمع ہے جس کی حرارت مسلمان کے جذبۂ ایمانی کو مسلسل قوت عطا کرتی ہے اور اس کے بغیر مسلمان بس نام نہاد مسلمان ہی رہ جاتا ہے۔ دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں رخنہ ڈالنے کے لئے صیہونیت اور عیسائیت نے جو مشن اپنائے ان میں ہمفرے، لارنس آف عریبیہ، سلمان رشدی اور فرقان الحق کا جدید فتنہ جیسے کئی فتنے شامل ہیں۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ انہوں نے اپنی تحریر کے ذریعے جہاں حق و باطل میں فرق واضح کیا وہیں عشقِ رسول ﷺ کی اہمیت کو اجاگر کیا اور ہر مسلمان کے دل میں شمعِ عشقِ رسالت ﷺ روشن کرنے کی سعی کی۔ صیہونیت نے فاضل بریلوی کی شخصیت و کردار پر حملہ کے لئے کیا کیا چالیں چلیں اور کس طرح ان کے خلاف پروپیگنڈا کرکے انہیں بدنام کرنا چاہا اس موضوع پر محسنِ ملت مولانا محمد علی فاروقی صاحب کا دلائل اور شواہد سے مزین یہ کتابچہ قابلِ مطالعہ ہے۔

ملک العلماء شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ ملک العلماء

ایک تعارف

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی *

نام کتاب : نافع البشر فی فتاویٰ ظفر (۱۳۴۹ھ)

فتاویٰ ملک العلماء (۲۰۰۵ء)

مصنف : ملک العلماء الشاہ محمد ظفر الدین رضوی قادری

سالِ تصنیف : ۱۳۴۹ھ

سالِ طباعت : ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵ء

صفحات : ۵۱۲

قیمت : ۳۰۰ روپے

ناشر : ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی، المجمع الرضوی، بریلی شریف

پاکستان میں تقسیم کار: ۱۔ مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

۲۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، ریگل چوک، صدر، کراچی

جامع علوم عقلیہ ونقلیہ، ملک العلماء، ابوالبرکات، حضرت مولانا ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان اہل سنت و جماعت کے ممتاز عالم، جلیل القدر محدث، زبردست مناظر، بلند پایہ محقق، نامور مصنف، بالغ نظر فقیہ اور ماہر مفتی تھے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے آپ ملک کے صفِ اول کے علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

فقہ وفتویٰ نویسی میں آپ کی ثقاہت ومہارت کے ثبوت کے لئے یہ سند کافی ہے کہ آپ نے عالمِ اسلام کے عبقری فقیہ اور فقید المثال مفتی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ رہ کر فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی اور پچپن سال تک اپنے فتاویٰ کے ذریعہ آپ خلقِ خدا کو فیضیاب کرتے رہے۔

مقدمہ صحیح البہاری میں ہے: ''مولانا (ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ) نے فاضل بریلوی سے صحیح بخاری شریف پڑھنی اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔''

اسی میں ہے: ''ان کی (حضرت ملک العلماء کی) تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا، جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل مکمل ہوئی۔ تقریباً چار سالوں تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں جو فتاویٰ انہوں نے لکھے، ان میں سے کچھ کی نقلیں نافع البشر فی فتاویٰ ظفر میں موجود ہیں۔''

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں: ''مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارِ افتاء میں میرے معین ہیں۔ (۱) سنی خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔''

(مقدمہ صحیح البہاری، پروفیسر مختار الدین احمد دام مجدہم، ص: ۲،۱)

ایک مفتی کو درج ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے:

۱۔ مذہب کے متون، شروح، فتاویٰ پر اس کی گہری نظر ہو، ساتھ ہی استحضار ہو۔

۲۔ عرفِ ناس وحالاتِ زمانہ سے باخبر ہو۔

---

* صدر شعبۂ افتاء، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۳۔سوال فہم ہو، سائل کے خلجان اور اس کی الجھن کو سمجھ سکے۔

۴۔جواب تحقیق کے ساتھ لکھے اور مذہب کے جزئیات مفتی بہا سے استناد کرے۔

۵۔جواب مسئلہ کے تمام ضروری گوشوں کو حاوی ومحیط ہو۔

۶۔اس بات پر بھی نظر رکھے کہ سائل یا کوئی بد مذہب اس کے فتویٰ سے غلط فائدہ حاصل نہ کر سکے۔

ان امور کی روشنی میں جب ہم حضرت کے فتاویٰ کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ ان تمام اوصاف کے جامع نظر آتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرضوان کی درسگاہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ یہ شواہد اس امر کی دلیل ہیں کہ حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک ذمہ دار مفتی تھے اور آپ کے فتاویٰ ہمارے لئے سند و حجت ہیں۔

حضرت علیہ الرحمہ کے مشاغل علمیہ مختلف انواع کے تھے۔زیادہ وقت درس وتدریس کی مصروفیات میں گزرا۔اسی میں کچھ وقت نکال کر فتویٰ نویسی کی خدمت بھی انجام دیتے، اس لئے آپ کے فتاویٰ کی تعداد کوئی زیادہ نہیں، لیکن جو کچھ بھی ہے وہ بجائے خود اہم اور معتمد و مستند ہے۔آپ کے انہیں فتاویٰ کا ایک مختصر مجموعہ بنام ''فتاویٰ ملک العلماء'' عزیز اسعد جناب مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی (ساحل شہسرامی، علیگ) صاحب دام مجدہم کی مساعی جمیلہ سے نظارۂ خلق ہو رہا ہے۔

اس مختصر مجموعہ میں بارہ فقہی ابواب ہیں:

۱۔کتاب الطہارۃ۔۳	۲۔کتاب الصلوٰۃ۔۳۲
۳۔کتاب الزکوٰۃ۔۵	۴۔کتاب الصوم۔۶
۵۔کتاب النکاح۔۲۱	۶۔کتاب الطلاق۔۹
۷۔کتاب السیر۔۵	۸۔کتاب الوقف۔۴
۹۔کتاب القضا۔۱	۱۰۔کتاب الاضحیہ۔۸
۱۱۔کتاب الحظر والاباحۃ۔۲۶	۱۲۔کتاب الفرائض۔۶

۱۳۔ضمیمہ۔۴ = ۱۳۰

اس میں حضرت ملک العلماء کے چھ فقہی رسالے بھی شامل ہیں، جو یہ ہیں:

١۔ تنوير المصباح للقيام عند حي على الفلاح (١٣٣٠ھ)

۲۔عید کا چاند (۱۳۷۰ھ)

٣۔ تحفة الاحباب فى فتح الكوة والباب (١٣٣٦ھ)

٤۔ اعلام الساجد بصرف جلود الاضحية فى المساجد (١٣٢٥ھ)

٥۔ نصرة الاصحاب باقسام ايصال ثواب (١٣٥٤ھ)

٦۔ مواهب ارواح القدس لكشف حكم العرس (١٣٢٤ھ)

کتاب کا آغاز میں فاضل مرتب کا طویل مقدمہ شامل ہے جس میں ملک العلماء کے حالات طیبات، فقہ و افتا کی اجمالی تاریخ اور ترتیب کی تقریب کا تذکرہ ہے۔اس کے ذیلی عناوین سے اندازہ ہوا کہ فاضل مرتب سلمہٗ نے اس مقدمہ کو بڑی جانفشانی کے ساتھ قلم بند کیا ہے اور اسے جامع اور خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی ہے۔

فتاویٰ ملک العلماء کے مرتب اور مقدمہ نگار محب مکرم جناب مولانا ارشاد احمد رضوی صاحب زید علمہٗ ملک کی مشہور درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے فاضل، ایک باصلاحیت عالمِ دین ہیں۔کئی سال تک جامعہ اشرفیہ کے مدرس ومفتی رہے، پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ چلے گئے۔ یہاں انہیں حضرات سادات مارہرہ مطہرہ کے زیر سایہ مزید پروان چڑھنے کا موقع نصیب ہوگیا۔یہ ان حضرات کی برکت ہے کہ چند سالوں میں انہوں نے کئی ایک قابل قدر کارنامے انجام دیئے۔انہیں میں سے ایک فتاویٰ ملک العلماء کی ترتیب بھی ہے۔

مولانا ایک اچھے قلم کار ہونے کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا ذوق اور تجربہ بھی رکھتے ہیں اس لئے انہیں فتاویٰ کو مرتب کرنے کا بجا طور پر حق تھا اور قارئین محسوس کریں گے کہ مولانا نے حق ترتیب بخوبی ادا کیا ہے۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء

دینی، تحقیقی و ملّی خبریں

''مجلسِ شرعی'' مبارکپور (یوپی انڈیا) گذشتہ دس برسوں سے جدید فقہی مسائل پر سیمینار کرتی چلی آرہی ہے۔ ان فقہی سیمینار کے فیصلوں کو جہانِ علم و دانش میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دس سیمینار کے ان فیصلوں کو فقہ حنفی کی ایک اہم علمی دستاویز اور مآخذ کی حیثیت حاصل ہوچکی ہے، جس کے لئے جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے اربابِ حل وعقد مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ان سیمینار سے نوجوان فاضل محقق مفتیانِ کرام اور علمائے عظام میں تحقیقی فکر و مزاج پیدا کرنے اور ان کو تحقیق و تصنیف کے میدان میں آگے بڑھنے کا حوصلہ ملا ہے۔ ''مجلسِ شرعی کا یہ ثمر بار عمل پاکستان کے تحقیقی مزاج علمائے عظام کے لئے بھی ایک دعوتِ فکر و عمل ہے۔ اس کی افادیت کے پیشِ نظر ہم محترم مولانا مبارک حسین مصباحی زید عنایتہٗ کے شکریہ کے ساتھ گیارہویں فقہی سیمینار کی روئداد معارف رضا میں شائع کررہے ہیں۔ ﴿ادارہ﴾

مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے دس سیمینار اب تک جامعہ ہی کے گراؤنڈ میں منعقد ہوئے تھے، یہ بالکل پہلا موقع تھا کہ سنی دعوت اسلامی ممبئی کے ذمہ داروں نے گیارہویں فقہی سیمینار کے انعقاد کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ اس طرح یہ سیمینار مبارک پور کے بجائے ممبئی کی سرزمین پر منعقد ہوا۔

یہ تو خوشی کی بات تھی کہ سیمینار مبارک پور کے افق سے ہٹ کر ملک کے سب سے طویل و عریض شہر کے افق پر جلوہ بار ہوا مگر ایک دوسرے رخ سے ہمیں ناقابلِ تلافی کرب سے بھی دوچار ہونا پڑا یعنی محدود اہتمام کی وجہ سے سیمینار اپنے کچھ ایسے مدعو حضرات کی شرکت سے محروم رہا جن کے مقالات بروقت موصول ہوچکے تھے، لیکن داعی تنظیم سنّی دعوتِ اسلامی نے چادر دیکھ کر ہی پاؤں پھیلائے تھے، شہر ممبئی میں مقیم قریب ایک ہزار علماء کی شرکت کے بعد سیمینار اجلاسِ عام میں تبدیل ہوجاتا اور اس طرح سیمینار کا بنیادی مقصد ہی فوت ہوجاتا تاہم جن علمائے ممبئی کا تعلق فتویٰ نویسی سے تھا انہیں مدعو کیا گیا تھا اور انہوں نے کسی حد تک علمی بحثوں میں حصہ لیا، سیمینار کی جگہ تبدیل ہونے سے شرکاء پر فرحت افزاء تاثر چھایا رہا، مغل پیلس میں علمائے کرام کو ٹھہرایا گیا تھا جہاں ہر طرح کی سہولیات فراہم تھیں۔ طعام کا معقول اہتمام بھی اسی کے زیریں ہال میں تھا، سیمینار کے لئے جامع مسجد بخاری کی بالائی منزل کا انتخاب ہوا تھا، سنی دعوتِ اسلامی کے امیر حضرت مولانا شاکر علی نوری اور ان کے معاونین و رفقاء اپنے حسنِ اہتمام کے لئے بے پناہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ امیر سنی دعوتِ اسلامی نے امام احمد رضا کانفرنس کے آخر میں یہ اعلان بھی فرمایا کہ ان کی تنظیم ہر تیسرے سال مجلسِ شرعی کے سیمینار کا انعقاد کراتی رہے گی۔ انشاء اللہ! اس ایک کامیاب تجربہ کے بعد نقشِ ثانی، نقشِ اول سے بہتر ہی ثابت ہوگا۔ اس اعلان سے اندازہ ہوا کہ جس طرح مجلسِ شرعی ان کے حسنِ اہتمام سے مطمئن رہی اس سے کہیں زیادہ سنی دعوتِ اسلامی کے ذمہ داران مجلسِ شرعی کے حسنِ کارکردگی سے مطمئن رہے۔

سیمینار کے لئے فقہی دنیا کے پانچ اہم موضوعات منتخب کئے گئے تھے، سیمینار کی تاریخ دسویں فقہی سیمینار سے قبل ہی طے ہوگئی تھی اور اسی کے بعد کچھ اہم حوالوں کی نشاندہی اور بنیادی مآخذ کے استخراج کے ساتھ تفصیلی سوالنامہ ملک اور بیرون ملک کے قریب ایک سو پچاس اہلِ علم و افتاء کے نام جاری کردیا گیا تھا پھر مقالات کی دستیابی کے لئے تقاضوں کا سلسلہ بھی جاری رہا، مقالات نویسی کے دوران اساتذہ اشرفیہ کے درمیان ایک ڈیڑھ ماہ پیشتر ہی بحث و مذاکرہ کی محفلیں گرم ہونے لگی تھیں، تحقیقی فکر و مزاج کے ساتھ یہ چلتی پھرتی نشستیں برسوں کے مطالعہ پر بھاری ہوتی ہیں۔ اس طرح تحقیق و مطالعہ کی نت نئی

راہیں کھلتی ہیں، ان غیر رسمی مباحثوں کا ایک نقد فائدہ یہ حاصل ہوا کہ مسائل کے بہت سے تحقیق طلب گوشے سیمینار سے پہلے ہی حل ہو چکے تھے اور غواصانِ فکر وفن اپنے ساحلوں کی سمتیں متعین کر چکے تھے۔

طے شدہ تاریخ تک جن اربابِ قلم کے مقالات موصول ہوئے انہیں تلخیص نگاروں کے حوالہ کر دیا گیا تھا، تلخیص نگار حضرات مقالہ نگاروں کے نقطۂ نظر اور دلائل کو بہت اختصار کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں، اس طرح مختصر وقت میں مقالہ نگاروں کی آراء تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے اور سیمینار میں بحثوں کے لئے نکات بھی طے ہو جاتے ہیں۔ یہ تلخیصات مقالات کی فائل کے ساتھ تمام شرکائے سیمینار میں تقسیم کرادی جاتی ہیں۔ سیمینار کے فیصلوں کی تفصیل آپ محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب کے مقالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ سر دست موضوعات کی فہرست دیکھ لیجئے:

(۱) چھت سے سعی وطواف کا مسئلہ
(۲) بیمہ وغیرہ میں ورثاء کی نامزدگی کی شرعی حیثیت
(۳) فقدانِ زوج کی مختلف صورتوں کے احکام
(۴) فسخ نکاح بوجہ تعسّر نفقہ
(۵) فلیٹوں کی خرید وفروخت کے جدید طریقے اور ان کے احکام

ان پانچوں مسائل کا تعلق پوری دنیا کے مسلمانوں سے ہے۔ بدلتے حالات کے منظر نامے نے ان مسائل کے حوالے سے بہت سے سوالات قائم کر دیئے تھے۔ انفرادی طور پر مفتیانِ کرام کا ان کے حل تک پہنچنا سخت دشوار تھا اور اس سے کہیں دشوار ترین امر یہ تھا کہ علمائے کرام ان مسائل کے تعلق سے کسی مفتی صاحب کے فتویٰ پر حرفِ تصدیق ثبت کر دیں۔

پیش نظر مسائل پر اہلِ علم وافتاء نے اپنی تحقیقات کو ذروۂ کمال تک پہنچا کر ہی نتائج اخذ کئے ہیں، لیکن اس سے کہیں زیادہ ان کے صبر آزما حوصلوں کی قدر کرنی چاہیے کہ تمام مسائل بحسنِ خوبی حل ہو گئے اور پُر زور مباحثوں کے باوجود شکر رنجی کا کوئی تکلیف دہ معمولی سا واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔

مجلسِ شرعی مبارکپور کے زیرِ اہتمام ہونے والے سیمیناروں کی ایک اہم خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس میں ہر چھوٹے بڑے کو بحث کرنے کی اجازت ہوتی ہے مسائل کی تنقیح اور فیصلوں تک پہنچنے میں شخصیتوں کے احترام سے زیادہ دلائل وشواہد کا وزن محسوس کیا جاتا ہے۔ اصولی طرزِ استدلال کے مطابق جب بحثیں شروع ہوتی ہیں تو علم وحکمت کے چشمے ابلنے لگتے ہیں، پوری محفل پر فقہی بصیرتوں کا موسم بہاراں چھا جاتا ہے، نوجوان فضلاء کی دقیقہ سنجیوں پر اکابر کے چہرے فرطِ مسرت سے کھل اٹھتے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دل و دماغ پر طلوعِ حق کے بعد مخالف رائے رکھنے والے بھی سر تسلیم خم کرنے میں ایک لمحے کا انتظار نہیں کرتے، چوں کہ ہر ایک کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ زیرِ بحث مسئلہ میں جو پہلو حق اور دلائل سے تائید یافتہ ہو وہ نکھر کر سامنے آئے اور اسی پر فیصلہ ہو خواہ اس کا انکشاف کسی کی زبان اور کسی کے قلم سے ہو، یہ بڑا ہی خوشگوار بلکہ بہت ہی لازمی وضروری رجحان ہے، رب تعالیٰ ایسے نیک جذبات کو فروغ وترقی دے اور استحکام وتوانائی بخشے تاکہ اس کی برکتوں سے کشورکار آسان سے آسان تر ہو سکے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس امت کے پہلے غوثِ اعظم

﴿اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:﴾

غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے، بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ غوثِ اکبر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر امت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ غوث ہوئے۔ پھر امام حسن رضی اللہ عنہ سے امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک سب حضرات مستقل غوث ہوئے پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث ہوئے۔ آپ غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ آپ کے بعد سے امام مہدی تک سب نائب غوثِ اعظم ہوں گے، پھر امام مہدی کو غوثیتِ کبریٰ عطا ہوگی۔

(ملفوظات۔ حصہ اول)

دور و نزدیک سے خطوط کے آئینہ میں

قاضی عبدالدائم دائم، خانقاہِ نقشبندیہ مجددیہ، ہری پور، ہزارہ:

معارف رضا کا سلور جوبلی نمبر ملا، سخت حیران ہوں کہ ہر مہینے باقاعدگی سے معارف رضا چھاپنے کے ساتھ ساتھ آپ ہر سال اتنا معیاری اور ضخیم نمبر کیسے نکال لیتے ہیں......! دیدہ زیب ٹائٹل، عمدہ کاغذ اور بہترین طباعت سے آراستہ یہ خصوصی پیش کش اپنی مثال آپ ہے۔ نظمیں ہیں کہ پھولوں کے ہار گندھے ہیں، نثری مضامین ہیں کہ آب دار موتی بکھرے ہیں اور حسنِ ترتیب ہے کہ نگاہیں سیر نہیں ہوتیں۔ ایسا خوبصورت گلدستہ سجانے پر عاشقانِ رضا کی طرف سے ڈھیروں مبارکباد۔

اعلیٰ حضرت کی شخصیت اتنی ہمہ جہت ہے اور ہر جہت اتنی ہمہ گیر ہے کہ اگر کوئی محقق ان کی کسی ایک ہی جہت پر شب و روز تحقیق کرتا رہے تو اس کی عمر تمام ہو جائے گی مگر وہ جہت ہنوز تشنۂ تحقیق رہے گی۔ متنبّی کے اس شعر کا حقیقی مصداق اعلیٰ حضرت ہی کی ذاتِ گرامی ہو سکتی ہے۔

مضت الدهور وما اتين بمثله
ولقد اتى فعجزن عن نظر ائه

''معارف رضا'' کا ہر شمارہ اسی بات کو واضح اور اجاگر کرتا ہے اور اس میں چھپنے والا ہر مضمون اسی حقیقتِ کبریٰ کا عکاس اور اس پر شاہد و گواہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس شبانہ روز جدوجہد کو قبول فرمائے اور دونوں جہانوں میں عزت و آبرو نصیب فرمائے۔

۶۶۳ صفحات پر مشتمل اس ضخیم نمبر کی اتنی باریک بینی کے ساتھ پروف ریڈنگ بھی ایک کارنامہ ہے، البتہ ص: ۹۰ سے ص: ۹۵ تک پیسٹنگ کی گڑبڑ نے خاصی الجھن پیدا کی ہے۔ اسی طرح فتاویٰ شامی کو ہر جگہ ''رد المختار'' نقطے والی ''خا'' کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ یہ غلطی بعض دفعہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی لگ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ لفظ 'محتار' ہے اور اس میں ''حا'' بے نقطہ ہے۔ یہ ''حیرت'' سے ماخوذ ہے نہ کہ ''اختیار'' سے۔ اس بات کو خود علامہ شامی نے اسی فتاویٰ کی جلد اول ص: ۲ پر پوری وضاحت سے بیان کر رکھا ہے، اس لئے پروف ریڈنگ کے دوران اس چیز کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

میری خوش بختی کی انتہا یہ ہے کہ تین اہلِ علم و فضل و کمال نے اس شاہکار نمبر میں مجھ جیسے بے کار کا ذکر انتہائی محبت و اخلاص سے کیا ہے۔ سب سے پہلے جادو نگار قلمکار علامہ صحبت خان صاحب کوہاٹی نے ص: ۱۳۱ اور ۱۳۸ پر اس عاجز کے دو اقتباس پیش کئے، پھر ص: ۱۸۱ پر مصنف کتب کثیرہ سید صابر حسین شاہ صاحب نے ''اظہارِ تشکر'' کے عنوان سے اس فقیر کو یاد کیا اور آخر میں ادیبِ شہیر راؤ سلطان مجاہد صاحب نے ص: ۳۰۳ اور ص: ۳۰۴ پر اس ہیچمدان کو ادب وعروض کا کوئی بہت ہی بڑا ماہر تصور کرتے ہوئے کلامِ رضا کی شرح لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اللہ اکبر! کہاں امام الکلام کا کلام عالی شان اور کہاں مجھ سا کج مج بیاں..........!!

بہرحال یہ عاجز ان تینوں اہلِ محبت کے علاوہ مدیرانِ گرامی قدر سید وجاہت رسول قادری صاحب اور ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہے کہ انہوں نے ایک زندہ جاوید شاہکار میں اس بے مایہ کو بھی شامل کر کے ''کلاہ دہقاں، باوج آسمان'' پہنچا دیا۔ جزاکم اللہ ایها الاحبة الکرام فی الدارین خیراً

برجیس عالم۔ لائبریرین، شیخ زید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی:

آپ کے مؤقر ادارہ کی طرف سے شیخ زید اسلامک سینٹر جامعہ کراچی کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ انتہائی قیمتی اور مفید کتب کے عطیہ کئے جانے پر ہماری طرف سے مخلصانہ شکریہ قبول فرمائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر خلیل الرحمٰن، ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سینٹر نے مجھے کہا ہے کہ اس شفقت آمیز کام پر میں آپ تک ان کے مخلصانہ تاثرات و آداب پہنچاؤں۔

بے حد گہرے شکریہ کے ساتھ قبول فرمائیں۔

ذکر و فکرِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

جرائد و رسائل کے آئینے میں

مرتب: علیم ظفر ﴿لیگل ایڈوائزر﴾

نمبر شمار	نام رسائل	عنوانِ مذکورہ	نام مضمون نگار	صفحہ
۱۔	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ مئی ۲۰۰۵ء	یہ قرآن کی ترجمانی ہے یا ترجمہ کے نام پر گمراہی (اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کنز الایمان کی روشنی)۔	الحاج محمد حفیظ نیازی مدیر رسالہ	۶
۲۔	ماہنامہ ضیائے اسلام حیدرآباد جون ۲۰۰۵ء	۱۔ دعوتِ میت۔ (فتاویٰ رضویہ)	عبدالرزاق اختر قادری	۱۱
		۲۔ آدابِ زیارتِ مزارات	مدیر رسالہ	۱۸
۳۔	ماہنامہ کنز الایمان لاہور جولائی ۲۰۰۵ء	ماءِ طہور (فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں)	محمد رضوان قادری مدیر	۵
۴۔	ماہنامہ النعیم کراچی جون، جولائی ۲۰۰۵ء	نعت رسولِ مقبول ﷺ ﴿صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا﴾		۲
۵۔	ماہنامہ اہلسنّت گجرات مئی ۲۰۰۵ء	تحریکِ پاکستان میں خلفائے اعلیٰ حضرت کا کردار	سید صابر حسین شاہ بخاری	۳۲
۶۔	ماہنامہ جامِ نور دہلی اگست ۲۰۰۵ء	انتقادی نظریات اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر امجد رضا امجد	۴۳
۷۔	ماہنامہ امیرِ اہلسنّت لاہور جولائی ۲۰۰۵ء	تکریم اساتذہ اور ہماری نسل ﴿تذکرہ ملک العلماء ظفر الدین بہاری۔ دارالعلوم منظر اسلام، بریلی)	محمد حسین امام (امریکہ)	۲۹
۸۔	ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور جون ۲۰۰۵ء	۱۔ روئداد امام احمد رضا کانفرنس	مولانا ساجد علی مصباحی	۴۱
		۲۔ مقالہ: ''عربی زبان وادب میں امام احمد رضا کی مہارت''	مولانا نفیس احمد مصباحی	
۹۔	ماہنامہ ماہِ نور دہلی جولائی ۲۰۰۵ء	محفلِ میلاد و قیامِ تعظیمی (تبصرہ کتب: اعلیٰ حضرت کے حاشیہ کے ساتھ)	ادارہ ماہنامہ	۵۱
۱۰۔	ماہنامہ سبیل الرشاد لاہور اپریل/مئی ۲۰۰۵ء	حقیقتِ عید میلاد النبی (مصنفہ: علامہ سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل۔ بحوالہ اندرجات کثیرہ از ترجمہ قرآن کنز الایمان اعلیٰ حضرت)	ادارہ ماہنامہ	۱۶

اعتذار

قارئین کرام کو مطلع کیا جاتا ہے معارف رضا سالنامہ سلور جوبلی کانفرنس ۲۰۰۵ء کے چند نسخوں میں پریس کی غلطی کی وجہ سے بعض صفحات آگے پیچھے، اور بعض صفحات سادہ رہ گئے۔ ان نسخوں کو ہم نے علیحدہ کرلیا تھا پھر بھی اگر غلطی سے کسی صاحب کو یہ نسخے پہنچے ہوں تو وہ انہیں ادارہ کے پتہ پر واپس بھیجدیں، ہم اس کے بدلے میں صحیح نسخہ بھیج دیں گے۔ ہم اسے زحمت پر قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔

تصحیح

۱۔ معارفِ رضا سالنامہ سلور جوبلی نمبر ۲۰۰۵ء صفحہ ۱۵۵ر کی پندرھویں سطر کے بعد بریکٹ میں ایک نوٹ طباعت سے رہ گیا ہے، لہٰذا قارئین کرام درج ذیل نوٹ اس تحریر کرلیں اور پندرھویں سطر کو مکمل طور پر اس نوٹ کے ساتھ یوں پڑھیں:

''اس طرح کا ایک ماہنامہ رسالہ الحسنات رامپور ہے جس کا تعلق مسلک کے اعتبار سے مولانا احمد رضا خاں سے نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کے ایک اعتدال پسند گروہ ''جماعتِ اسلامی'' سے تعلق رکھتا ہے۔''

﴿نوٹ: یہ مقالہ نگار کا ذاتی خیال ہے، ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ تاریخی، مشاہداتی اور دستاویزی شواہد اس کے برعکس اس کی شدت پسندی پر دال ہیں۔ مدیر﴾

۲۔ سالنامہ معارف رضا ۲۰۰۵ء کے صفحہ نمبر ۳۶۰ پر امام احمد رضا پی. ایچ. ڈی مقالات کی فہرست کے عنوان کے تحت تیسرے مقالہ نگار کے نام اور کوائف میں درج ذیل تصحیح فرمالیں:

نام اسکالر: ڈاکٹر سید جمیل الدین جمیل راٹھوی

نگراں: ڈاکٹر ایم شفیع

رابطہ: فرش اولیانہ، راٹھ، ضلع ہمیر پور 210431، یوپی، انڈیا۔

﴿ہم اس تصحیح کے لئے حضرت ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کے شکر گذار ہیں۔ مدیر﴾

۳۔ مکتوباتِ مسعودی ماہر رضویات محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید عنایتہٗ کے ان مکتوبات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے گذشتہ ۳۵ ربرسوں میں رضویات پر تحقیق وتصنیف کے حوالہ سے مختلف علماء و اسکالرز کو تحریر کئے گئے ہیں۔ اس مسودے کی ترتیب، تہذیب، کمپوزنگ، تصحیح اور کاپیاں جوڑنے تک کے تمام مراحل کی نگرانی جناب عبدالستار طاہر نے کی ہے۔ ہمارے بعض کرم فرماؤں نے ہماری توجہ اس کتاب کے صفحہ ۶۷ پر شائع (سطر ۶ تا ۱۱) کی عبارات کی طرف دلوائی جس سے مشربی تعصب اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کی شان میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہے۔ مزید یہ کہ ان کی اشاعت سے ماہرِ رضویات قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب کی شخصیت اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی ساکھ کو نقصان پہنچ رہا تھا، اس لئے ہم نے اس کی وضاحت کے لئے مصنف ممدوح سے رجوع کیا۔ حضرت مصنف نے اس کی درج ذیل وضاحت فرمائی ہے:

''راقم گذشتہ ۳۵ سال سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کام کررہا ہے، اور دنیائے سنّیت میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہی پہچانا جاتا ہے، اس دوران ایک لفظ بھی ایسا شائع نہ ہوا جس میں ان (اعلیٰ حضرت) کی تنقیصِ شان ہوئی ہو.......... مذکورہ عبارت ایک نجی تحریر تھی جو شائع نہ ہونی چاہئے تھی لیکن مرتب کی فروگذاشت سے شائع ہوگئی ہے، آئندہ خارج کردی جائے گی، اور سرِ دست بھی تدارک کیا جارہا ہے۔''

مصنفِ محترم کی اس وضاحت کے بعد اس موضوع پر کسی مزید وضاحت کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ ہی ادارہ اب مزید کسی تشریح کا پابند ہے۔

۵۔ معارف رضا سالنامہ سلور جوبلی ۲۰۰۵ء میں بعض مقامات پر فتاویٰ شامی کے لئے ''ردالمحتار'' کے بجائے ردالمختار شائع ہوگیا۔ اس کی تصحیح کرکے اسے ''ردالمحتار'' پڑھا جائے، ہم اس غلطی کی نشاندہی کے لئے حضرت علامہ قاضی عبدالدائم دائم کے شکر گذار ہیں۔

Monthly "Ma'arif-e-Raza" Karachi

پیغامِ رضا امتِ مسلمہ کے نام!

فروغِ تعلیم اور امتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کیلئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام :

۱... عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں؛

۲... طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں؛

۳... مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کاروائیوں پر دی جائیں؛

۴... طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے؛

۵... ان میں جو تیار ہو جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و واعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں؛

۶... حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں؛

۷... تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیئے جائیں؛

۸... شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں؛

۹... جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں؛

۱۰... آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں؛

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ''آخر زمانے میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا''

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۳۳﴾